ماہ نامہ

دینی علمی و إصلاحی

فکر إمروز

Editor: Sheikh Nisar Ahmad.
Printer and Publisher: Muzzammil Bashir.

فہرست مضا مین :

☆ ہماری اہم ذمہ داری
☆ من القران
☆ من الاحادیث - نماز کی فرضیت اور وعدہ مغفرت
☆ م ایمان کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے
☆ موجودہ صورت حال اور اُمت مسلمہ کی ذمہ داری
☆ گناہوں کا سر چشمہ
☆ توبہ استغفار کے بارے میں اُسوہ حسنہ
☆ اصحاب اُخدود کا واقعہ
☆ حضوراکرم اسے محبت و عقیدت اور اطاعت کا طریقہ صحابہ سے سیکھنی چاہئے
☆ بے پردگی کا سیلاب
☆ اسلام میں حیا ءکی اہمیت
☆ بائبل اور قرآن مجید کا موازنہ
☆ لوگ کہتے ہیں
☆ آپکے مسائل اور اُنکا حل

۱۔ ہماری اہم ذمہ داری

ہم میں سے ہر ایک پر شرعاً و اخلاقًا کچھ نہ کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہم سے کل قیامت کے دن پوچھ ہو گی اور ان کو ٹھیک طور پر ادانہ کرنے پر سرزنش بھی ہو سکتی ہے ۔ ان ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری جس کے بارے میں اکثر ہم غلفت برتتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم اپنے گھروالوں کے دنیاوی امور کو تو نبھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن دینی امور کے بارے میں انتہائی بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہیں جب ہم گھر جاتے ہیں تو گھروالوں سے یہ سوال تو کرتے ہیں کہ کھانا تیار ہو ا یا نہیں؟ اگر تیار نہ ہوا ہو تو ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور سیخ پاہو جاتے ہیں ۔ اگر کھانا تیار ہو بھی گیا ہو اور سالن میں نمک زیادہ ہے تب بھی سرزنش ضروری ہے یا پھر گھرمیں دیا ہوا خرچہ اگر جلدی ختم ہو جاتا ہے تب بھی ڈانٹ ڈپٹ ہوتی ہے مگر ہم نے کبھی گھر آکر یہ نہیں پوچھا کہ کیا آپ نے آج نمازیں پڑھی ہے؟ بچوں کو نماز پڑھائی ہے؟ اگر نہیں پڑھی تو اس پر کوئی باز پُرس کریں یہ ہمارے ذہن میں نہیں آتا حالانکہ جس طرح ہم پر ان کے دنیاوی امور کی نگرانی ہے اسی طرح ان کے دینی امور بھی ہمارے ذمہ ہیں ، اسی وجہ سے تو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر کو بھی ارشاد فرمایا: "وانذر عشیرتک الاقربین"کہ اپنے قریبی رشتہ داروںکو بھی اللّٰہ سے ڈر ائیں اور ان کو بھی دین کی دعوت دیں۔ اس لئے کہ ان کا آپ پر سب سے پہلے حق ہے پھر محلہ والوں کا پھر شہر والوں کا ۔

ہم میں سے اگر کوئی زیادہ ہی دین دار ہے تو وہ بھی گھر والوں کو فقط اتنا کہنے پر اکتفا کر لیتا ہے کہ"نماز پڑھا کرو، نماز چھوڑنا گناہ ہے" اور بس ۔ حالانکہ فقط ان الفاظ کے کہنے سے وہ اپنے فرائض سے سبکدوش نہیں ہوتا بلکہ جیسے نمک کے تیز ہونے اور کھانا وقت پر تیا ر نہ ہونے پر آپ ماتھے پر تیور یاں چڑھاتے ہیں اورآپ کا چہرے لال ہو جاتاہے اور بیگم سمجھ جاتی ہےں کہ میا ں صاحب سخت ناراض ہو گئے ہیں اور وہ فوراً نمک کی اصلاح اور کھانے کی تیاری میں لگ جاتی ہیں ۔ اسی طرح آپ کو یہ بھی چاہئے کہ جب آپ کوگھرمیں پہنچ کر یہ تپا چلے کہ بیگم نے نماز نہیں پڑھی اور بچوں نے بھی اپنی ماں کی تقلید کی ہے تو آپ کا رویہ کم از کم نمک کے زیادہ ہونے پرجتناترش ہوتا ہے بماز کے چھوڑنے پر بھی اتنا ترش ہونا چاہئے تاکہ گھر والے سمجھ جائیں کہ میاں صاحب یا ابا جان ناراض ہیں لہٰذا فوراً اپنی غلطی کا ازالہ کریں لیکن افسوس ! ہم نماز کو اتنی اہمیت ہی نہیں دیتے جتنی کھانے میں نمک کی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ گھر والوں کے دینی امور کی نگرانی بھی ہمارا فرض ہے اگر مرد اور گھر کے بڑے چاہیں تو گھر کا ماحول خوشگوار اور دین دار بن سکتاہے مگر جب گھر کا ذمہ دار خود ہی کبھی مسجد کا مُنہ نہ دیکھے گا اور ناز سے نابلد ہو گا تو دوسروں کی کیا فکر کرے گا؟ جب خودہی گھر میں اُمّ الخبائث ٹی وی ، وی سی آر اور ڈش جیسی ملعون اشیاءلا کر رکھے گا تو بچوں کو کیسے فحش فلمیں دیکھنے سے روکے گا۔ اگر کوئی تباہی کا سارا سامان اپنے گھر میں جمع کرلے اور پھر یہ توقع رکھے کہ گھروالے دین دار بن جائےں اور گھر کا ماحول پُرسکون

ہو یہاں پر برکات کا نزول ہو ، یہ ایک محال امر ہے جس کی توقع کرنا عبث و بے جا ہے ۔ ایسی صورت میں تو گھروالوں سے بے پردہ باہر نکلنے ، بچوں اور بچیوں سے بُرے کام صادر ہونے اور والدین کے سامنے منہ زوری دکھانے جیسے امور کی توقع تو ہو سکتی ہے کسی اورچیز کی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور اپنی ذمہ داریوں کو بنھانے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین۔

۲۔ من القران

يسألُونكَ ماذَا ينفقُونَ قُلْ ما أَنفَقْتم من خيرٍ فَللْوالدينِ والْأَقْرِبين والْيتامى والْمساكينِ وابنِ السبِيلِ وما تفْعلُوا من خيرٍ فَإِن الله بِه عليم () (۲ : ۲۱۵)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کیا کریں آپ فرمادیجئے کہ جو کچھ مال تم کو صرف کرناہوسو ماں باپ کا حق ہے اور قرابتداروں کا اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا اور جونسا نیک کام کرو گے سو اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے۔

نفلی صدقات اور ان کے مستحقین:

یہاں اس آیت میں صدقات نافلہ کا بیان ہے ، صدقات واجبہ مثل زکوٰۃ و فطر وغیرہ کے متعلق نہیں ہے ۔

بعض صحابہ کرام نے نبی اکرم سے دریافت کیا تھا کہ ہم کیا چیز کار خیر میں ثواب کے واسطے خرچ کیا کریں اور کن پر خرچ کیا کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں نبی کریم کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ جو اٰاً آپ مسلمانوں سے کہہ دیں کہ تم اپنی نیک کمائی اور پاکیزہ دولت میں سے جو کچھ بھی اللہ کے لئے خرچ کرنا چاہو اس کے مستحق ماں باپ، رشتہ دار، یتیم یعنی بے باپ کے بچے، مساکین اور مسافر ہیں تو یہاں جن پر اپنامال دولت خرچ کرنا چاہئے اس کے مستحق پانچ بتلائے گئے۔

۱) سب سے پہلے ماں باپ کی خدمت میں خرچ کرنا چاہئے جو اولاد کے وجود ظاہری کا سبب بنے اور اولاد کو نہایت شفقت و محبت سے پالا پوسا

۲) والدین کے بعد رشتہ دار ہیں کہ جن پر خرچ کرنا چاہئے تاکہ صدقہ اور صلہ رحمی دونوں جمع ہو جائیں۔

۳) پھر یتیموں کا حق ہے کیونکہ کوئی ان کا کفیل اور ذمہ دار نہیں اور کم عمر ہونے کی وجہ سے خود کمانے کے قابل نہیں۔

٤) اس کے بعد عام محتاجوں اور مساکین پر خرچ کرنے کو کہا گیا جو کمانہیں سکتے۔

۵) عام محتاجوں کے بعد مسافروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا کہ جو اپنے وطن اور عزیز و اقارب سے دُور ہونے اور زادِ راہ ختم ہو جانے کی وجہ سے فقیر ہوئے ہوں۔

یہاں آیت میں مستحقین کے بیان کے بعد یہ بھی فرما دیا کہ جو کچھ نیکی تم کرو گے اور حلال کمائی اور پاک مال سے راہِ خدا میں صرف کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہیں تمہارا خرچ کیا ہو ا ضائع نہ گا اس کی جزا اور ثواب یقینا ملے گا۔ وَاٰخِرِدَعوٰنَا اَنِ الحَمدُ للّٰہِ رَبِّ العَالَمِین۔

۳۔ نماز کی فرضیت اور وعدہ مغفرت

عَن عُبَادَۃَ بنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ خَمسُ صَلَوَاتٍ اِفتَرَضَھُنَّ اللّٰہُ تَعَالٰی مَن اَحسَنَ وَضُوءَ ھُنَّ وَصَلاَّھُنَّ لِوَقتِہِنَّ وَاَتَمَّ رُکُوعَھُنَّ وَخُشُوعَھُنَّ کَانَ لَہ عَلَی اللّٰہِ عَھد اَن یَّغفِرَ لَہ وَ مَن لَّم یَفعَل فَلَیسَ لَہ عَلَی اللّٰہِ عَھد اِن شَائَ غَفرلَہ وَاِن شَائَ عَذَّبَہ

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے ارشاد فرمایا : پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس نے ان کے لئے اچھی طرح وضو کیا اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا اور رکوع سجود بھی جیسے کرنے چاہئیں ویسے ہی کئے اور خشوع کی صفت کے ساتھ ان کو ادا کیا تو ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہیں کیا(اور نماز کے بارہ میں اس نے کوتاہی کی) تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے گا تو اسکو بخش دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا ۔ (مسند احمد ، سنن ابی داؤد)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو مسلمان بندہ اچھی طرح وضو کرے پھر اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کرپوری قلبی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے تو جنت اس کے لئے ضرور واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم)

حضرت زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ کا جو بندہ ایسی دو رکعت نماز پڑھے جس میں اس کو غفلت بالکل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس نماز ہی کے صلہ میں اس کے سارے سابقہ (چھوٹے) گناہ معاف فرما دے گا۔ (مسنداحمد)

تشریح:ان احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو صاحب ایمان بندہ اہتمام اور فکر کے ساتھ نمازاچھی طرح ادا کرے گا تو اولاً تو وہ خود ہی گناہوں سے پرہیز کرنے والا ہو گا اور اگر شیطان یا نفس کے فریب سے کبھی اس سے گناہ سرزد ہو ں گے تو نماز کی برکت سے اس کو توبہ و استغفار کی توفیق ملتی رہے گی (جیسا کہ عام تجربہ اور مشاہدہ بھی ہے) اور اس سب کے علاوہ نماز اس کے لئے گناہوں کا کفارہ بھی بنتی رہے گی اور پھر نماز بجائے خود گناہوں کے میل کچیل کو صاف کرنے والی اور بندہ کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و عنایت کا مستحق بنانے والی وہ عبادت ہے جو

فرشتوں کے لئے بھی باعث رشک ہے اس لئے جو بندے نماز کے شرائط و آداب کا پورا اہتمام کرتے ہوئے خشوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کے عادی ہوں‌گے ان کی مغفرت بالکل یقینی ہے اور جو لوگ دعوائے اسلام کے باوجود نماز کے بارے میں کوتاہی کریں گے (ان کے حالات کے مطابق) اللّٰہ تعالیٰ جو فیصلہ چاہے گا کرے گا ، چاہے ان کو سزا دے یا اپنی رحمت سے معاف فرما دے اور بخش دے ۔ بہر حال وہ سخت خطرہ میں ہیں اور انکی مغفرت اور بخشش کی کوئی گارنٹی نہیں۔

وقت پر نماز محبوب ترین عمل:

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللّٰہ سے دریافت کیا کہ دینی اعمال میں سے کون سا عمل اللّٰہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایاٹھیک وقت پر نماز
پڑھنا، پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایاماں باپ کی خدمت کرنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے ؟ آپنے فرمایا راہ خدا میں جہاد کرنا۔(صحیح بخاری و مسلم شریف)

تشریح: اس حدیث میں رسول اللّٰہ نے والدین کی خدمت اور جہاد سے افضل اور محبوب ترین عمل "نماز" کو بتلایا ہے اور بلا شبہ نماز کا مقام یہی ہے ۔

نماز گناہوں سے معافی اور پاکی کا ذریعہ:

حضرت ابوہریرہ سے راویت ہے کہ رسول اللّٰہ نے ایک دن ارشاد فرمایا بتلاؤ اگر تم میں‌سے کسی کے دروازہ پر نہر جاری ہو جس میں روزانہ پانچ دفعہ وہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا،آپ نے ارشاد فرمایا بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، اللّٰہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے خطاؤں کو دھوتا اور مٹا تا ہے ۔(صحیح مسلم و صحیح بخاری)

تشریح:صاحبِ ایمان بندہ جس کو نماز کی حقیقت نصیب ہو ۔ جب نماز میں مشغول ہوتاہے تو اس کی روح گویا اللّٰہ کے جلال و جمال کے سمندہ میں غوطہ زن ہو تی ہے اور جس طرح کوئی میلا کچیلا اور گندہ کپڑادریا کی موجوں میں پڑ کر پاک صاف اور اجلا ہو جاتاہے اسی طرح اللّٰہ تعالیٰ کے جلال وجمال کے انوار کی موجیں اس بندہ کے سارے میل و کچیل کو صاف کر دیتی ہیں اور جب دن میں پانچ دفعہ یہ عمل ہو تو ظاہر ہے کہ اس بندہ میں میل و کچیل کا نام و نشان نہ رہ سکے گا ، پس یہی حقیقت ہے جو رسول اللّٰہ نے اس مثال کے ذریعہ سمجھائی ہے۔

حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ایک دن سردی کے ایام میں باہر تشریف لے گئے اور درختوں کے پتے (خزاں کے سبب سے) از خود جھڑ رہے تھے ۔ آپ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا (اور ہلایا) تو ایک دم اس کے پتے جھڑنے لگے، پھر حضور اکرم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے ابوذرؓ ! میں نے عرض کیا حاضر ہو ںیا رسول اللّٰہ! آپ نے ارشاد فرمایا جب مؤمن بندہ خالص اللّٰہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ان پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔(مسند احمد)

دعا: یا اللہ! ہم سب کو حضور اکرم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات ، معاشرت اور اخلاق میں علماءحق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

۴۔ ایمان کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے

ایک گمراہ فرقہ گذرا ہے جس کو مراجیہ کہتے تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ صرف اسلام کے عقیدوں کو دل سے سچا سمجھ لینا پوری پوری نجات کے لئے اور عذاب سے بچنے کے لئے بالکل کافی ہے اگر چہ ایک بھی نیکی نہ کرے اور دن رات گناہ کرتا رہے اور کبھی بھی توبہ نہ کرے وہ کہتے تھے کہ جیسے کافر جنت میں نہ جائے گا ایسے ہی مسلمان دوزخ میں نہ جائے گا وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اگر ایمان والا دوزخ میں جائے تو اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ ایمان باللہ عذاب اللہ میں چلا جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ ہم ان کو جواب دیتے ہیں کہ کافراور مسلمان ایک جیسے نہیں ہیں کیونکہ کافر جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کے پاس ایک بھی نیکی نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نیکی کے لئے ایمان شرط ہے اور یہ اصول کہ جب شرط نہ ہو تو پھر وہ چیز جس کی یہ شرط ہے وہ بھی پائی نہیں جاتی اس لئے جب ایمان نہ ہوا تو نیکی جس کی شرط ایمان ہے وہ بھی نہ ہوئی۔ اس لئے کافر صرف گناہ ہی گناہ لے کر دنیا سے جاتا ہے اور مسلمان جب دنیا سے جاتا ہے تو اس کے پاس نیکیاں بھی ہیں کم از کم ایمان تو ہے جو بہت بڑی نیکی ہے اور گناہ بھی ہیں اس لئے اس کو آخرت میں دونوں کا بدلہ ملے گا ۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہوسکتی تھی کہ پہلے نیکی کا بدلہ جنت میں ملتا پھر گناہوں کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں ڈال دیا جاتا لیکن یہ مولائے کریم و رحیم کی رحمت شفقت اور فضل و کرم کے مناسب نہیں اس لئے وہ پہلے گناہوں کی سزا دوزخ میں دینگے پھر نیکیوں کیوجہ سے ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل فرما دیں گے ۔ باقی رہی یہ بات کہ ایمان باللہ کے ساتھ مسلمان عذاب اللہ میں کیسے جاسکتا ہے؟ تو اس کا جواب حضرت انور شاہ کشمیری نے بعض روایات کے بنا پر یہ دیا ہے کہ جب گناہ گار مسلمان دوزخ میں جانے لگے گا تو اس کا ایمان دوزخ کے دروازہ پر بطور امانت رکھ لیا جائے گا ۔ پھر جب دوزخ سے نکلے گا تو دوبارہ اس کو وہ ایمان دے دیا جائے گا۔ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ حق تعالیٰ تو فرماتے ہیں فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہکہ جو چھوٹی چیونٹی کے برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کا بدلہ پا لے گا تو پھر کافر جو اچھے کام کرتے ہیں مثلاً ہسپتال بناتے ہیں ، کنواں بناتے ہیں ان کو بدلہ ملنا چاہئے ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافروں کامقصد صرف دنیا میں نام روشن کرنا ہوتا ہے تو ان کو یہ مل جاتا ہے ۔ دیکھئے گنگا رام ہسپتال ، میو ہسپتال ،

گلاب دیوی ہسپتال میں ان کافروں کا نام اب تک زندہ ہے گر چه وہ مر چکے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ نصیب فرمادیں ۔ آمین

۵۔ موجودہ صورت حال اور اُمت مسلمہ کی ذمہ داری

اِمسال حج کے موقع پر میدان عرفات میں خطبہ حج ارشاد فرماتے ہوئے سعودی عربی کے مفی اعظم شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز نے کہا ہے کہ اس وقت دشمنانِ اسلام کی پوری کوشش یہ ہے کہ اس امت کو صراط مستقیم سے دور کر دیا جائے۔ اس امت کو خدا کے آخری پیغام یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور ان تعلیمات سے ہٹا دیا جائے ۔ اس امت کے وجود کے فکری ماخذ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر دیئے جائیں تاکہ یہ امت فکری انتشار میں مبتلا ہو کر بکھر جائے اور اس کے وجود کی کوئی بنیاد باقی نہ رہے ۔ دشمنانِ اسلام کی میڈیا اور دیگر مختلف طریقوں کے ذریعے سے اس سازش کے بارے میں ہمیں آگا ہ رہنا چاہئے ۔

دشمنان اسلام اور استعماری قوتوں کی کوشش یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے اقتصادیات پر قبضہ کر لیں اور انہیں (مسلمانوں کو) اقتصادی اعتبار سے اپنا غلام بنالیں۔ یہ قوتیں چاہتی ہیں کہ مسلمانوں کی مارکیٹوں پر تصرف اور قبضہ حاصل کیا جائے اور جو کچھ وہ چاہیں وہی ہو اور مسلمان مجبور ہوں کہ وہ اپنی اقتصادیات میں اپنی نظریں صرف انہی کی طرف رکھیں ۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہر طرح کے مادی و سائل اور ذخائر سے نوازا ہے اس لئے مسلم امه کو یہ چاہئے کہ وہ اپنی اقتصادیات پر پوری توجه دے اور اپنے فیصلے خود کرے اور اپنی اقتصادیات کے اندر خود کفیل ہوں۔ شیخ عبداللہ بن عبد العزیز نے مزید کہا کہ امت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی اقتصادی پالیسیاں وضع کرنے میں آزاد ہوں۔ اُمت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے معاشی پروگراموں کو خود ترتیب دے اور اس میں وہ کسی کی غلام نہ ہو ۔ اُمتِ مسلمہ کی معاشی ، سماجی اور فکری آزادی اتحاد و اتفاق کے بغیر ممکن نہیں ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اپنی اپنی آوازیں ایک کی جائیں ۔ کندھوں سے کندھا ملایا جائے ، ایک دوسرے کی مدد کی جائے ، ایک دوسرے کےساتھ مل کر آواز بلند کی جائے اور پوری اُمت مل کر تمام سازشوں کا مقابلہ کرے ۔ دشمنانِ اسلام کی یہ سازشیں اب خفیہ نہیں رہیں۔ وہ اپنی پوری ذہانیت اور اپنے پورے کردار کے ساتھ کھل کر ہمارے سامنے آگئے ہیں ۔ اب اگر کوئی جائے پناہ اور اگر کہیں حفاظت کا انتظام موجود ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ کا یہ دین اسلام اور اس کے ساتھ وابستگی ہے ۔ اسی وابستگی کے اندر امت کی حیات اور اس کی زندگی ہے اور اس کے بغیر انتشا رہی انتشار ہے ۔ اس وقت عالم اسلام پر مایوسیت ، فحاشی اور بے حیائی کے چیلنجز کی یلغار ہے اس میڈیا کی طاقت کا مقابلہ کرنا ہے ہمیں اپنی نسلوں کو اس میڈیا کے وار (War)اور اس جنگ سے بچانا ہے۔ ان کی حفاظت کرنی ہے جب تک ہم اس سلسلہ یلغار کا مقابلہ نہیں کریں‌گے ۔ اس وقت تک ہم دشمن کی سازشوں سے

محفوظ نہیں رہ سکتے۔ علمائے اُمت کا یہ فرض ہے کہ وہ دین اسلام کے پیغام کو حکمت کے ساتھ اور اچھی حکمت اور نصیحت کے انداز سے دنیا کے انسانوں تک پہنچائیں جیسا کہ قرآن شریف میں اس کی تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے ربّ کے پیغام کو حکمت ، تدبر ، بحث و مباحثہ کے ساتھ دوسرے انسانوں تک پہنچاؤ۔ پھر ایک ذمہ داری علمائے امت کی یہ بھی ہے کہ وہ حق کو لوگوں کے لئے واضح کریں۔ اسے چھپائیں گے نہیں۔ اُمت مسلمہ کی قیادتوں کا ، حکومتوں کا اور حکام کا یہ فرض ہے کہ جہاں پر وہ اپنے ملکوں کی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں وہاں وہ اپنے عوام کی فکری اور دینی راہنمائی بھی کریں۔ انہیں پیش آمدہ خطرات سے آگاہ کریں۔ انہیں دین اسلام کی تعلیمات سے مزین کریں اور یہ اس وقت ہو سکتاہے کہ جب حکمران عوام کو صرف اپنی رعایانہ سمجھیں بلکہ ان کی رہنمائی کو اپنی ذمہ داری سمجھیں کہ انہیں یہ فریضہ ادا کرنا ہے ۔ اُنہوں نے مزید کہا کہ اس میںکوئی شک نہیں کہ آخری فتح کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں واضح اعلان فر ما دیا ہے کہ بے شک وہ لوگ کہ جو اللہ اور اس کے رسول کو چلینج کرتے ہیں۔ ان کی مخالفت کرتے ہیں وہ ناکام و نامراد ہونگے۔اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھ دی کہ غلبہ میرا اور میرے رسول کا ہو گا اور جو لوگ بھی باطل کاساتھ دینے والوں پر نگاہیں جمائے ہوئے ہیں ان کے لئے بالآخر خسارہ اور نقصان ہے ۔ خطیب و امام صاحب نے مزید کہا کہ آج کا یہ عظیم الشان اجتماع، اس میں شریک تمام حجاج کرام اور اللہ کے گھر کا طواف کرنے والوں کو چاہئے کہ اس اجتماع عظیم کو پُر امن بنائیں اور حج کے تمام تر انتظامات اور ہدایات کی پوری طرح پابندی کریں۔ حج کے ان ایام میں ہماری توجہ پوری طرح اللہ کے ذکر اور اسکی یاد کی طرف ہونی چاہئے۔ اللہ کے ذکر کے علاوہ جتنی بھی دوسری باتیں ہیں ہمیں ان کو اس موقع پر فراموش کر دینا چاہئے اور یا دِالٰہی سے اپنے قلوب کو مزین اور معطر رکھناچاہئے عرفات کا یہ وہ میدان ہے جہاں سرکا ر دوعالم خود تشریف لائے اور حجاج کرام سے خطاب فرمایا اور اسی طرح سے یہ وہ میدان ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا کہ خبردار میرے بعد تم اپنے خون اور اپنی عزت و آبرو کا خیال رکھنا اور خون اور عزت و آبرو کو اپنے لئے حلال نہ کر لینا ۔ مسلمانوںکی باہمی اخوت و محبت پر خاص طور پر آپ نے زور دیا اور یہ کہا کہ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہنا اور ایک دوسرے کا خون نہ بہانا۔ اُنہوںنے کہا کہ علماءاُمت کا فرض ہے کہ وہ اسلام کو حکمت و تدبر کے ساتھ انسانوں تک پہنچائیں جیسا کہ قرآن شریف نے تعلیم دی ہے ۔ حکام کا فرض ہے کہ وہ اپنے ملکوں کی حفاظت کے ساتھ عوام کی فکری راہنمائی کریں اور انہیں اسلامی تعلیمات سے مزین کریں ۔ اس میں شک نہیںکہ آخری فتح حق کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی فرمایا ہے کہ اسلام کے دشمن ناکام اور نامراد ہوںگے اور باطل خسارے میں رہے گا۔ حج کے ان دنوں میں ہماری توجہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد کی طرف ہونی چاہئے اور لغویت سے بچنا چاہئے ۔ مسلمان اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط بنائیں۔ اسلام مکمل ضابطہ اخلاق اور زندگی ہے ۔ انسانیت کی بھلائی کے لئے دین اسلام ہی واحد دین ہے ۔ دنیا میں مسلم اُمہ کے خلاف کفریہ طاقتوں کی سازشوں کو ناکام بنا نے کے لئے مسلم ملت کو بیدار ہو کر اسلام کے غلبے اور دین کی سربلندی کے لئے کام کرنا ہوگا۔ اسلام کو دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکی۔ ہمارے دین کی بنیاد خدا خوفی اور

تقوی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ، یہی وہ کلمہ ہے جو اسکی گواہی دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ جس نے زمین و آسمان کو بغیر ستونوں کے قائم کیا اور زمین کو انسانوں کے لئے وقف کر دیا۔ وہ وحد ہ لا شریک ہے اور تمام عبادات اسی کے لئے ہیں ۔ مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہی سب کچھ چاہتے ہیں اور اسی ذات سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت ، طواف اور عبادات کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرناہے ۔ ہم مسلمان قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں ۔ لیکن اس کے ساتھ باقی آسمانی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ اخلاق اور زندگی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی بتاتا ہے اور انسانوں کے حقوق بھی بتاتا ہے ۔ تمام ارکان اسلام اور عبادات اللہ کے حقوق ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین کے ذریعے انسانوں پر رحمت فرمائی کیونکہ زمین فسادات سے بھر گئی تھی اور جہالت کا دور دورہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو محبت و اخوت کی نعمت سے نوازا۔ آج بھی انسانیت کی بھلائی کے لئے دین اسلام ہی واحد دین ہے ۔ اسلام ہمیں تمام انبیاءپر ایمان لانے کی تلقین کرتاہے

اسی طرح جو شخص نبی کریم کی رسالت پر ایمان نہیں رکھتا وہ دوسرے انبیاءو رُسل پر بھی ایمان نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میثاق کا ذکر قرآن حکیم میں کیا ہے ۔ رسول کریم کے نبی آخر الزماں ہونے کا اقرار تمام انبیاءکرام اور رُسل نے بھی کیاہے ۔ کئی لوگ انبیاءپر ایمان تو لائے ہیں لیکن نبی کریم کی نبوت کا اقرار نہیں کرتے وہ سیدھے راستے پر نہیں۔

ہمارے اسلاف نے صحیح علم کو ہم تک پہنچایا اور اپنی غلطیوں کی معافی بھی ربّ سے مانگی ۔ علم کے اس قافلے کو آگے بڑھانا اور تبلیغ کے ذریعے شعور پیدا کرنا آسان نہیں اس کے لئے جہد مسلسل چاہئے کیونکہ اس کے بغیر علم کی مسافت طے نہیں کی جا سکتی۔ ہمارے اہل علم کو تحمل اور بردباری اور صبر سے مزین ہو کر علم کی روشنی پھیلانا ہے اور بے علموں کو جہالت سے نکالنا ہے امام صاحب نے اپنے خطبے میں جس طرح اُمت مسلمہ کو اس کی دینی ، مذہبی اور منصبی لحاظ سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا احساس دلایا ہے اگر واقعتا اُمت مسلمہ آج کے اس نازک دور میں ان پر عمل پیرا ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ عالم اسلام دشمن کے چنگل سے آزادی حاصل نہ کر سکے یہ صرف لمحہ فکریہ ہی نہیں بلکہ ایک المناک حادثہ بھی ہے کہ تمام ترمالی وسائل اور معدنی ذخائر ہونے کے باوجود عالم اسلام جس زبوں حالی کا شکار ہے اس کی مثال تاریخ اسلام میں کہیں نہیں ملتی۔ آج کے مسلمانوں کی مرعوبیت کا واحد سبب دین سے دوری ہے شاید آج کا مسلمان یہ بھول گیا ہے کہ طاقت کا سر چشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ کہ اصل قوت اُسی مالک الملک کو حاصل ہے جو چشم زدن میں دنیا کی تمام تر طاقتوں کو تہس نہس کر سکتا ہے وہ ایسا کرنے میں کسی کا محتاج نہیں وہ چاہے تو ایک بگولے سے ان تمام طاغوتی طاقتوں کو جنہوں نے مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے جلا کر بھسم کر دے۔ کون ہے جو اسے رو ک سکتا ہے ؟ خدائی طاقت کو چلیج نہیں کیا جا سکتا ۔ ہمیں چاہئے کہ دوسروں پر انحصار کرنے کی بجائے اپنے پاؤں

پر کھڑے ہوں اور اپنے بازؤں پر اعتماد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد ضرور کرے گا بشرطیکہ ہم اس کے بندے بن جائیں ☆☆

۶۔ گناہوں کا سر چشمہ

یوں تو ہم صبح سے شام تک بہت سے گناہ کرتے ہیں شاید ہی کوئی گھڑی گناہوں سے خالی ہو۔ لیکن اس وقت صرف ایک گناہ کے متعلق عرض کرنا چاہتاہوں اور وہ ٹی وی دیکھنے کا گناہ ہے ۔ کہنے کو تو یہ صرف ایک گناہ ہے مگر غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ لاتعداد گناہوں کا سر چشمہ ہے

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ☆ رسول اللہ کی ناراضگی☆ آلہ گناہ کا استعمال☆ اس کی خرایداری پر مال کا ضیاع☆ بچوں کی غلط تربیت کا گناہ☆ اعلانیہ گناہ☆ تصویر سازی☆ تصویر بینی☆ تصویر نمائی☆ مستحق لعنت☆ملائکہ رحمت سے دوری☆ کفار کی مشابہت☆ پڑوسیوں کو تکلیف☆ اذان و دیگر امور شرعیہ کا احترام نہ کرنا☆ مردوں کا غیر محرم عورتوں کو دیکھنا☆ عورتوں کا غیر محرم مردوں کی آواز سُننا☆ مردوں کا غیر محرم عورتوں کی آواز سُننا☆ بلا ضرورت شرعی غیر محرم مردوں و عورتوں کو دیکھنا اور سننا ☆اداکار، اداکارائیں ، کھلاڑی ، تیراک ، پہلوان اور گلوکاروں کو دیکھنا جو نیم برہنہ ہوتے ہیں☆ نماز میں تاخیر اور ترک جماعت کا سبب ہونا☆فحاشی عریانیت کا پھیلاؤ ☆ وقت ضیائع کرنے کا گناہ اور ان کے علاوہ بہت سے دوسرے نقصانات ☆ قبر کا عذاب☆ آحرت کی ذلت☆ رزق کی تنگی☆ گھر میں بے برکتی☆ پریشانیوں اور مصائب میں اضافہ ☆ صحت کی تباہی ☆ سستی و کاہلی کا عذاب☆ دنیاوی زندگی میں ناکامی ☆ نیک صحبت سے دوری☆ اخلاقی تباہی☆ اور مزید یہ کہ سائنسی نقطہ نظر سے ڈاکٹر گو رڈ بے لکھتے ہیں کہ ٹی وی دیکھنے سے خونی کینسر ہوتا ہے ☆ ڈاکٹر ایچ جی شوین کا تجربہ ہے کہ ٹی وی دیکھنے سے فالج ہو تا ہے ☆ روزنامہ "مسلمان" ۱۵ اگست ۱۹۹۲ ءلکھتا ہے کہ ٹی وی کے زہریلے مادے سے خارج ہو نے والی گیس نیو کلیائی بم پھٹنے کے بعد پائے جانے والے اثرات سے ۵ گناہ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں ☆ کراچی کے ڈاکٹر جمعہ خان (اسپیلسٹ دماغی امراض) کا کہنا ہے کہ ٹی وی دیکھنے سے دماغی رگ پھٹ سکتی ہے ☆ ٹی وی دیکھنے سے نظر کمزور ہو جاتی ہے☆ عکسی تصویر کے ماہر ڈاکٹر "آئلکروب" نے شکا گو امریکہ کے ایک ہسپتال میں جان کنی کے عالم میں کہا"گھر وں میں ٹی وی کا وجود ایک جان لیوا کینسر کی مانند ہے " اس ڈاکٹر کی وفات ٹی وی شعاعوں سے پیدا شدہ کینسر کی وجہ سے ہوئی او ر اسکا چھیانوے مرتبہ سرجری آپریشن بھی کیا گیا ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے آمین ☆

۷۔ توبہ استغفار کے بارے میں اُسوہ حسنہ

”حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم میں دن میں ستر دفعہ سے زیادہ اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرتا ہوں“

اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی ، جلال و جبروت کے بارے میں جس بندے کو جس درجہ شعور و احساس ہو گا وہ اپنے آپ کو اس درجہ ادائے حقوق عبدیت میں قصوروار سمجھے گا ۔ آپ کو یہ شعور و احساس بدرجہ اتم حاصل تھا اور یہ احساس آپ پر غالب رہتا تھا کہ عبدیت کا حق ادا نہ ہو سکا اسی واسطے آپ بار بار اور مسلسل توبہ و استغفار کی طرف متوجہ رہتے تھے اور اسکا اظہار فرما کر دوسروں کو بھی اس کی طرف متوجہ کرتے اور تلقین فرماتے جیسے کہ ایک دوسری روایت میں اَغَر المزئی سے منقول ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کے حضور میں توبہ کرو میں خود دن میں سو سو دفعہ اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں ۔ یہ ستر اور سو کی تعداد دراصل کثرت کو بیان کرنے کے لئے ہے اور قدیم عربی زبان کا عام محاورہ ہے ورنہ حضور اکرم کے توبہ و ستغفار کی تعداد یقینا اس سے بہت زیادہ ہوتی تھی۔ یہ تو اس ذات کا حال ہے جس کے کوئی گناہ ہیں ہی نہیں۔ دراصل اس طرح کی روایت سے اُمت کو تعلیم دینا مقصود ہے کہ ہمیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور توبہ و استغفار کرنا چاہئے کیونکہ توبہ و استغفار کرنے کی صورت میں گناہوں کی سیاہی رفتہ رفتہ انسان کے دل پر چھا جاتی ہے اسی بناءپر ایک حدیث میں فرمایا گیا مؤمن بندہ جو کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے پھر ار اس نے اس گناہ سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں معافی و بخشش کی التجاءاور استدعا کی تو وہ سیاہ نقطہ زائل ہو کر قلب صاف ہو جاتا ہے اور اگر اس نے گناہ کے بعدتوبہ و استغفار کے بجائے مزید گناہ کئے اور گناہوں کی وادی میں قدم بڑھائے تو دل کی وہ سیاہی اور بڑھ جاتی ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ یہی وہ زنگ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کلا بل ران علی قلوبھم بما کانوا یکسبونکہ ان لوگوں کی بد کرداریوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر بد کرداری اور سیاہی آگئی ہے اور کسی مسلمان کے لئے بلا شبہ انتہائی بد بختی کی بات ہے کہ گناہوں کی ظلمت اس کے دل پر چھا جائے اور اسکے قلب میںاندھیرا ہی اندھیرا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے (آمین) درا صل خطاءاور لغزش آدمی کی فطرت میں داخل ہے کوئی ابن آدم اس سے مثتنی نہیں ہے لیکن وہ بندے بڑے اچھے اور خوش نصیب ہیں جو گناہ اور قصوراور گناہ کے بعد نادم ہو کر اپنے مالک کی طرف رجوع کرتے ہیں اور توبہ و استغفار کے ذریعے اس کی رضا ءو رحمت حاصل کرتے ہیں اسی کو سرکاردوعالم نے ایک حدیث میں یو فرمایا ہے کہ ہر آدمی خطاکار ہے اور خطاکاروں میں وہ بہت اچھے ہیں جو مخلصانہ توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ اسی بناءپر ہم سب کو چاہئے کہ خود بھی توبہ و استغفار کریں اور دوسروں کو بھی توبہ و استغفار کی طرف متوجہ کریں تاکہ ہمارے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے آج اُمت مسلمہ جن پریشانیوں اور تکلیفوں سے دوچار ہیں وہ چاہے مہنگائی کی صورت میں ہوں، چاہے بے رحم حکمرانوں کی صورت میں ہوں یا بہت سے علاقوں میںبارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی کے عذاب کی صورت میں ہو یا یہود و نصاریٰ کے ہم پر تسلط کی صورت میںہوں ،، اللہ تعالیٰ توبہ و استغفار کی برکت سے اس

طرح کی سب پریشانیوں اور تکلیفوں سے ہماری خلاصی کروادیں گے پھر استغفار کے لئے یہ مسنون الفاظ بہت مناسب ہیں جس کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے نے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کیا : اَستَغفِرُاللّٰہَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلاَّ ھُوَ الحَیُّ القَیُومُ وَ اَتُوبُ اِلَیہِ تو اُس بندے کو ضرور بخش دیا جائے گا اگر چہ اس نے میدان جنگ سے بھاگنے کا گناہ کیاہو ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو توبہ و استغفار کرنے والا بنا دے (آمین)

۸۔ اصحاب اُخدود کا واقعہ

حضرت صہیب الرومی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ "تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ گزرا ہے ، اس کے پاس ایک ساحر تھا، جب وہ ساحر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، مجھے ایک ہوشیار لڑکا دیا جائے تاکہ میں اس کو سحر کا علم سکھا دوں، چنانچہ بادشاہ نے اس کو ایک لڑکا علم سحر سیکھنے کے لئے دے دیا ، اس کے راستہ میں ایک راہب یعنی عیسائی پادری رہتا تھا ، وہ لڑکا اس کے پاس آنے جانے لگا، اس کو راہب کی باتیں اچھی لگنے لگیں ، جب بھی ساحر کے پاس جانے کے لئے نکلتا تو اس راہب کے ہاں ضرور جاتا اور اس کی صحبت میں بیٹھتا اور جب ساحر کے پاس پہنچتا تو وہ اس کو (دیر سے آنے پر) مارتا، لڑکے نے راہب سے اس بات کی شکایت کی تو راہب نے کہا کہ جب تجھے ساحر سے کوئی خطرہ ہو تو کہہ دیا کرو کہ میرے گھر والوں نے مجھے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے ڈر ہو تو ان سے کہہ دیا کرو کہ ساحر نے مجھے روک لیا تھا، سلسلہ یوں چلتا رہا ، ایک دن اس لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے چوپایہ نے لوگوں کا راستہ روک رکھاہے ، اس نے کہا کہ آج معلوم ہو گا کہ ساحر افضل ہے یا راہب؟ چنانچہ اس نے ایک پتھر ہاتھ میںلے کر دعا کی کہ اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے گاکہ لوگوں کو گزرنے کا راستہ مل سکے، یہ کہہ کر اس نے وہ پتھر مارا اور وہ جانور ہلاک ہو گیا اور لوگوں کو گزرنے کا راستہ مل گیا، لڑکے نے آکر راہب کو سارا واقعہ سُنایا تو راہب نے اس سے کہا اے بیٹے ! آج سے تو مجھ سے افضل ہے ، میں دیکھ رہاہوں کہ تو اپنے کام میںانتہاءکو پہنچ چکا ہے ۔ اور عنقریب تو ایک آزمائش سے دوچار ہو گا ، اگر تو کسی آزمائش میں مبتلا ہوا تو کسی کو میرا نہ بتانا وہ لڑکا پیدائشی اندھے اور برص کے مریضوں کو ٹھیک کر دیتا تھا اور لوگوں کا دیگر امراض میں بھی علاج کرتا تھا ، بادشاہ کے ایک مصاحب نے اس کے متعلق سنا جو کہ نابینا تھا تو بہت سے ہدیے اور تحفے لے کر اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اگرتو مجھے شفاءدیدے تو یہ سب کچھ تیرے لئے ہو گا ، لڑکے نے کہا کہ میں کسی کو شفاءنہیں دیتا ، شفا تو اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں ، اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا وعدہ کرتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کردوں گا وہ تجھے شفا دیدے گا ۔ وہ آدمی ایمان لے آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفاءدے دی ، پھر وہ اپنے بادشاہ کے پاس آیا اور اس کے پاس اس طرح بیٹھا جیسے پہلے بیٹھا کرتا تھا ، بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ یہ تیری بینائی کس نے لوٹائی؟ اس نے کہا کہ میرے رب نے میری بینائی لوٹائی ہے ، بادشاہ نے کہا کہ کیا میرے سوا بھی تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، میرا اور تمہارا رب ، اللہ ہے، بادشاہ نے اس کو پکڑ ا اور اس کو برابر سزا دیتا رہا یہاں تک کہ اس

نے بادشاہ کو لڑکے کا پتہ بتا دیا، چنانچہ لڑکے کو لایا گیا ، بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ اے بیٹے! تم اپنے سحر میں اس کمال کو پہنچ گئے ہو کہ پیدائشی اندھوں اور برص کے مریضوں اور دوسرے لا علاج مریضوں کو ٹھیک کر دیتے ہو! لڑکے نے جواب دیا کہ میں کسی کو شفاءنہیں دیتا ، شفاءتو اللّٰہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں ، بادشاہ نے اس کو پکڑا اور اس کو برابر سزادیتا رہا حتیٰ کہ اس نے

راہب کا پتہ بتا دیا، چنانچہ راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ تو اپنے دین سے پھر جا ، اس نے انکار کیا ، بادشاہ نے ایک آرامنگوایا اور اس کے سر کے بیچ میں رکھ کر اس کو چیر دیا اور اس کے دو ٹکڑے زمین پر گر پڑے ، پھر بادشاہ کے اس مصاحب کو لایا گیا اور اس کو بھی اپنے دین سے پھر جانے کا حکم دیا گیا، اس نے بھی انکار کیا، چنانچہ اس کے سر کے بیچ میں آرارکھ کر اس کو چیر دیا گیا، جس سے اس کے دونوں حصے زمین پر گر پڑے، پھر اس لڑکے کو لایا گیا اور اس کو بھی اپنے دین سے پھر جانے کا کہا گیا ، لڑکے نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے اس کو اپنی ایک جماعت کے حوالہ کر کے کہا کہ اسے فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اسکے اوپر چڑھاؤ۔ جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جائے تو دیکھو کہ اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو چھوڑ دو ورنہ اس کو وہاں سے گرا دو ، چنانچہ وہ لوگ اس لڑکے کو لے گئے اور پہاڑ کے اوپر لے جا کر گرانے لگے تو اس لڑکے نے کہا کہ اے اللّٰہ! تو مجھے ان لوگوں سے بچا جیسے تو چاہتا ہے ، چنانچہ وہ پہاڑ ہلنے لگا اور وہ سارے اس سے گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم بادشاہ کے پاس چلا آیا، بادشاہ نے اس سے ان لوگوں کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں رہ گئے؟ لڑکے نے کہا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھا ، بادشاہ نے پھر اس کو اپنی ایک جماعت کے حوالہ کیا اور کہا کہ اسکو ساتھ لے جاؤ اور ایک کشتی میں سوار کرو پھر جب سمندر کے بیچ میں پہنچو تو دیکھو کہ اگر اپنے دین سے باز آ جاتاہے تو چھوڑ دو ورنہ اس سمندر میں اس کو غرق کر دو، چنانچہ وہ لوگ اس کو ساتھ لے گئے ، لڑکے نے پھر دعا کی کہ اے اللّٰہ ! آپ اپنی قدرت سے ان لوگوں کے شر سے میری حفاظت فرما“۔ چنانچہ وہ کشتی ہی اُلٹ گئی ، سب غرق ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم واپس چلا آیا، بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تیرے اصحاب کا کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ اللّٰہتعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھا، پھر اس لڑکے نے خود ہی بادشاہ سے کہا کہ تو مجھے قتل نہیں کروا سکتا جب تک کہ تو میری بات پر عمل نہیں کرے گا، بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا بات ہے؟ لڑکے نے کہا کہ ایک کھلے میدان میں لوگوں کو جمع کرو اور مجھے کھجور کے ایک تنا پر لٹکاؤ، پھر میرے ترکش سے ایک تیر لو اور پھر اس تیر کو کمان کے بیچ میں رکھ کر بسم اللّٰہ کہہ کے چلاؤ، اس طرح میں مر جاؤں گا ، چنانچہ بادشاہ نے ایک وسیع میدان میں لوگو ںکو جمع کیا اور اس کو کھجور کے ایک تنا پر لٹکایا ، پھر اس کے ترکش سے ایک تیرلے کر اس کی کمان کے بیچ میں رکھ کر کہا”بسم اللّٰہ ربّ الغلام“ (اللّٰہ کے نام سے جو اس لڑکے کا ربّ ہے) پھر اس تیر کو چلایا تو وہ تیر سیدھا جا کر اس کی کنپٹی پر لگا، اس نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھا جس جگہ پر تیر لگا تھا اور پھر مر گیا ، اس عجیب واقعہ کو دیکھ کر یک لخت لوگوں کی زبان سے نعرہ بلندہوا کہ ہم سب ربّ غلام پر ایمان لاتے ہیں، ہم سب ربّ غلام پر ایمان لاتے ہیں ، ہم سب ربّ غلام پر ایمان لاتے ہیں ، کسی نے بادشاہ کو جا کر بتایا

که آپ کو جس چیز کا خطرہ تھا وہ واقع ہو گیا ، لوگ ایمان لے آئے، بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھروا کر حکم دیاکہ جو شخص اپنے دین سے نہیں پھرے گا ، اس کو آگ میں جلا دینگے چنانچہ بہت سے آدمی جلائے گئے ، اس دوران ایک عورت جس کی گود میں ایک بچہ تھا اس کو آگ میں گرنے سے ذرا ہچکچاہٹ ہوئی تو چھوٹا سا بچہ بولا کہ اماں جان! صبر کرو کیونکہ آپ حق پر ہیں۔

(اخرجہ مسلم (۳۰۰۵) و احمد (١٦٦) والترمذی ۳۳۴۰

فوائد حدیث:

١) معلوم ہوا کہ زمانہ قدیم کے بادشاہ اپنی ذاتی مصلحتوں کے لئے ساحروں اور کاہنوں کی خدمات حاصل کیا کرتے تھے۔

۲) سحر ایک حقیقت ہے جس کے باقاعدہ اصول و قواعد موجود ہیں۔

۳)جنگ و فساد کے موقع پر اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹ بول دینا جائز ہے ۔

٤) اپنے عقائد و نظریات پر ثابت قدم رہنا چاہئے۔

٥) اولیاءکرام کی کرامات کااثبات ہوتا ہے جیسا کہ اہل سنت کا نظریہ ہے۔

٦) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نیک مؤمن کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ۔

۷) بسا اوقات اہل ایمان آزمائش سے دوچار ہوتے ہیں اور دشمن کی طرف سے ان کو طرح طرح کی تکالیف پیش آیا کرتی ہیں۔

۸) خدا کی راہ میں جان کی بازی لگانا خودکشی میں قطعی طور پر داخل نہیں ہے ۔

۹) مؤمن کو اہل کفر سے بغض و عداوت ہوا کرتی ہے۔

١٠) اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی حفاظت بھی فرمایا کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ان کے تابع کر دیا کرتے ہیں۔

١١) معلوم ہوا کہ اللہتعالیٰ کی راہ میں تکلیف آئے تو صبر سے کام لینا چاہئے ۔

اس حدیث سے دعوت الی اللہ کی فضلیت بھی معلوم ہوئی اور یہ امر بھی ثابت ہوا کہ داعی کو اپنی دعوت کی کامیابی کے لئے عزیز ترین چیز قربان کر دینی چاہئے۔

۹۔ حضوراکرم اسے محبت و عقیدت اور اطاعت کا طریقہ صحابہ سے سیکھنی چاہئے

افادات: جامع شریعت و طریقت، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۔ (ترتیب: محمد رحمت اللہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت کے واسطے بھی فرمایا ، محبت عقیدت کے واسطے بھی ان سب چیزوں کو صحابہ کرام کی زندگی میں دیکھنے کی ضرورت ہے احادیث میں آتا ہے سب سے پہلا جہاد غزوہ بدر ہے اس میں

حضورا کےلئے چھپر بنادیا تھا تاکہ آپ ا چھپر میں رہیں جس کو حضور ا کے پاس آنا ہو چھپر دیکھ کر آجائے اور حضرت ابوبکر کو پہرہ دار مقرر کیا تھا حضرت ابوبکر پہرہ پر تھے۔ اگر کوئی شخص حضور ا کی طرف دشمنوں میں سے نظر اٹھا کر دیکھتا تو حضرت ابوبکر تیر کی طرح اس کی طرف دوڑتے تھے پہرہ کا حق ادا کرنیکے لئے جو لوگ حضورا کے مقابلہ کےلئے تلوار لیکر آئے تھے ۔ ان میں حضرت ابوبکر کے بیٹے بھی تھے وہ ایمان نہیں لائے تھے۔ ایک وقت آیا کہ انہوں نے بھی ایمان قبول کر لیا ایک روز کہنے لگے ابا بدر کے دن آپ میرے نشانے پر آگئے تھے میں چاہتا تو قتل کر دیتا باپ ہونے کا خیال کر لیا حضرت ابوبکرنے فرمایا کہ تو نے تو باپ ہونے کا خیال کر لیا۔ اگر تو میرے نشانے پر آتا تو میں تجھے ضرور قتل کرتا حدیث میں ہے لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُم حَتّٰی اَکُونَ اَحَبَّ الخ ایمان وہی ہے جس میں حضورا کی محبت اولاد، والد سب سے زیادہ ہو اور اس کا انداز ہوتا ہے مقابلہ سے ایک صحابی کے والد نے حضور ا کی شان میں نامناسب کلمہ کہہ دیا برداشت نہیں کرسکے، ایک تھپڑ ماردیا حضورا کی خدمت میں گئے حضوراس طرح سے ہوگیا۔ ایک بات کہدی تھی اس پر میں نے والد کو تھپڑ ماردیا برداشت نہیں کر سکا آپ دعاءکر دیجئے میرے والد کو اللّٰہ تعالیٰ ایمان دے حضور ا نے دعاءکی اور وہ مشرف باسلام ہوئے۔

حضورا کا حق اس طرح ادا کیا کہ ناشائستہ کلمہ کہنے پر باپ کو تھپڑ مار دیا اور باپ کا حق اس طرح ادا کیا کہ حضورا سے دعاءکرائی ایمان کی اللّٰہ تعالیٰ نے اس کو ایمان کی توفیق دی ابوسفیان جب تک ایمان نہیں لائے تھے فوج کی کمانڈری کیا کرتے تھے حضور ا کے مقابلہ میں۔

ابوسفیان گئے ہیں اپنی بیٹی کے پاس ان کی بیٹی امِّ حبیبہ نے حضرت معاویہ کی بہن جب دیکھا ابوسفیان آئے ہیں تو انہوں نے فوراً بستر لپیٹ کر رکھدیا کہنے لگے بیٹی یہ کیا طریقہ دنیا کا دستور یہ ہے کہ بیٹی باپ کےلئے بستر بچھاتی ہے بیٹی نے صاف جواب دیدیا۔ بستر حضورا کا ہے تم ناپاک ہو اس پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہو معلوم ہوا حضورا سے محبت زیاد ہ تھی پہلے مختلف کئی کئی شادیاں کرتے تھے ایک کے نکاح میں دس دس عورتیں تھیں حضورا نے اعلان فرمایا چار سے زائد رکھنے کی اجازت نہیں ہے کتنے گہرے تعلقات تھے ان سے راحت بھی پہنچتی تھی لیکن حضورا نے فرمایا کسی کو چار سے زائد رکھنے کا اختیار نہیں رہا۔ سب نے چار پر کفایت کی بقیہ کو فوراً الگ کر دیا۔

حضرت خبیب کو گرفتار کر لیا گیا تھا جہاد میں ۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیا جائے اور تمہاری جگہ پر حضورا کو قتل کر دیا جائے کہا بدنصیبو!تم اس بات کو پوچھتے ہو مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنی جگہ پر آرام سے رہوں اور حضورا کے پائے مبارک میں کانٹا بھی چبھے ۔ غزوہ احد میں حضرت طلحہ ہاتھ سے تیر کو روکتے تھے ، جس کی وجہ سے سب ہاتھ شل ہوگیا تھا تیر روکتے روکتے تاکہ دشمن کا تیر حضور ا تک نہ پہنچے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات

اپنی جان سے زیادہ حضور اکرم ا سے محبت فرماتے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللّٰہ عنہا حضور اکرم ا کی سب سے زیادہ چہیتی بیٹی ، حضور اکرم ا سے محبت بھی بہت رکھتی تھیں عقیدت بھی اعلیٰ درجہ کی رکھتی تھیں۔ محبت کی دلیل تو یہ ہے کہ حضور ا نے فرمایا فَاطِمَۃُ بضعَۃُ مِنِّی مَن اٰذاھَا فَقَد اٰذَانِی۔ اور عقیدت کی دلیل یہ ہے کہ حضور ا نے فرمایا: فَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ نِسَاءُ اَھلِ الجَنَّۃِ۔ اس اعلیٰ درجہ کی محبت اور اعلیٰ درجہ کی عقیدت کے باوجود حضورا نے ان کو خطاب کر کے فرمایا۔ اے فاطمہ ! دنیا میں سے جو کچھ چاہے مجھ سے لیجئے آخرت میں تو اپنا عمل کام آئے گا ، اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ میں نبی کی بیٹی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبت وعقیدت کے ساتھ اطاعت بھی ضروری ہے اور محبت و عقیدت پر بھروسہ کرتے ہوئے طاعت سے بے پروا ہوجانا
محض نادانی ہے۔

ایک مرتبہ حضور ا منبر پر تشریف لائے ارشاد فرمایا یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِجلِسُوا جس نے یہ سنا فوراً بیٹھ گئے۔حتیٰؒ کہ عبداللّٰہ بن مسعود مسجد سے باہر تھے یہ آواز سن کر وہیں بیٹھ گئے۔ انھوں نے یہ نہیں سوچا کہ یہ خطاب تو اہل مسجد کو ہے میںجب مسجد میں پہنچوں گا بیٹھ جاؤں گا، ان حضرات کو موت کا بہت استحضار رہتا تھا خطرہ یہ بھی تھا کہ خدا جانے مسجد میں پہنچ بھی پاؤں یا اس سے پہلے پہلے موت آجائے۔ اور قیامت میں سوال ہو ہمارے نبی کی آواز تمہارے کان میں پہنچی"اجلسوا" اور تم نے عمل نہیں کیا ۔ کیا نبی نے یہ فرمایا تھا کہ مسجد میں اندر آکر بیٹھو۔

پھر جب حضورا کی نظر ان پر پڑی تو ارشاد فرمایا ابن مسعودآگے آجاؤ۔

اعلیٰ کی محبت اعلیٰ درجہ کی عقیدت کے ساتھ ان حضرات صحابہ کی اطاعت کا یہ حال تھا۔
اللّٰہ پاک ہم کو بھی اس کا کچھ حصہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

۱۱۔ بے پردگی کا سیلاب

پردے کے معاملے میں بھی مسلمانوں میں وہی بے اعتنائی اور بے توجہی ہے ہر طرف بے حیائی اور کھلی بغاوت کا مظاہرہ ہے ڈاڑھی کٹانے کے پر جو گناہ ہے وہی وبال بے پردگی پر ہے کہ دونوں ایک ہی نوعیت کے گناہ ہیں ، دونوں میں اللّٰہ تعالیٰ کی حکومت کے خلاف کھلی بغاوت کا اعلان ہے بلکہ بے پردگی میں ایک بڑی قباحت مزید یہ ہے کہ بقیہ تمام گناہ تو گنہگار انسان کی اپنی ذات تک محدود ہیں بے پردگی کا گناہ صرف بے پردہ عورت تک محدود نہیں بلکہ ان تمام لوگوں تک پھیلا ہواہے جو اس عورت کو بری نیت سے دیکھ رہے ہیں گویا اکیلی جہنم میں جانے کی بجائے پوری ایک جماعت کو ساتھ لئے جارہی ہے اس پہلو سے یہ گناہ اپنی شناعت اور بُرائی میں دوسرے گناہوں سے بدرجہا بڑھ کر ہے اس مسئلہ میں بھی نفس و شیطان نے آج کے مسلمانوں کو عجیب عجیب پٹیاں پڑھا رکھی ہیں

بظاہر اچھے اچھے سمجھدار لوگ بھی یہ کہہ دیتے ہیں کہ بھلا قریبی رشتہ داروں سے کیا پردہ ہے؟ اور یہ کہ ہمارے گھر میں تو مکمل پردے ہے یہ 'بظاہر سمجھدار " کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ ہیں تو یہ بھی بھٹکے ہوئے، شریعت سے دور، لیکن شکل و صورت سے سمجھدار معلوم ہوتے ہیں ، ورنہ حقیقت میں سمجھدار ہوتے تو اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کبھی نہ کرتے ، یہ بظاہر سمجھدار اور عقل مند لوگ جنہیں بھلے بُرے کی پوری طرح تمیز ہے ، دوست دشمن کی ٹھیک ٹھیک شناخت ہے ان کی عقلو ںپر بھی ایسا پردہ پڑ گیا ہے کہ تعجب سے پوچھتے ہیں کیا قریبی رشتہ داروں سے بھی پردہ ہوتاہے؟ حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ قرآن کریم میں ان تمام رشتہ داروں کے نام ایک ایک کر کے گنادئیے ہیں جن سے عورت کو پردہ نہیں باقی ہر مرد سے اسے پردہ ہے ، دوسرے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس مرد سے نکاح ہو سکتا ہے اس سے پردہ فرض ہے یہ تو اتنی موٹی سی حقیقت ہے جسے سمجھنے کے لئے کسی گہرے علم و بصیرت کی بھی ضرورت نہیں، ہر شخص سوچ کر خودفیصلہ کر لے کہ جب اس مرد سے نکاح ہو سکتا ہے تو اس سے پردہ کیو ںنہیں؟ بات تو دو اور دوچار کی طرف صاف ہے مگر کیا کیا جائے کہ نافرمانی کی نحوست سے عقلیں مسخ ہو گئی ہیں شریعت کی موٹی سی بات سمجھنا بھی دشوار ہو رہا ہے ۔ رسول اللّٰہ تو فرمارہے ہیں کہ قریبی رشتہ داروں سے پردہ اغیار کی بنسبت زیادہ سخت ہے۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں قریبی رشتہ داروں سے پردہ کی ضرورت ہی کیا ہے ؟پہلی بات تو یہ کہ جب اللّٰہ کے حبیب کا حکم آگیا تو بس! مطلب سمجھ میں آئے یا نہ آئے مسلمان پر فرض ہے کہ سر تسلیم خم کر دے دوسری بات یہ کہ عقل و قیاس کا تقاضا بھی ہی ہے کہ قریبی رشتہ داروں سے پردہ کا زیادہ اہتمام کیاجائے اس لئے کہ ایسا تو کبھی نہیںہوتا کہ عورت گھر سے نکلی کسی اجنبی کی نگاہ پڑی اور وہ اس سے لپٹ گیا بلکہ بدکاری کا دروازہ کسی کے بار بار آنے جانے اور ملنے ملانے سے کھلتاہے ۔ بے روک ٹوک کسی کے گھر آنا جانا شروع کیا ۔ وہاں گھنٹوں گھنٹوںبیٹھ کر مجلس بازی کی اکٹھے اُٹھتے بیٹھتے رہے کھاتے پیتے رہے ایک دوسرے کے جلوے دیکھتے دکھاتے رہے ۔ اس قسم کے میل جول سے بدکاریوں کے دروازے بلکہ پھاٹک کھلتے ہیں ، اب خود سوچ لیجئے اس قسم کا خطر ناک میل جول ناواقف اجنبی لوگوں سے ہوتا ہے یا ان قریبی رشتہ داروں سے جن کے آنے جانے پر کوئی روک نہیں جن کے لئے گھروں کے دروازے کھلے ہیں، سوجہاںشدید خطرہ ہے وہاں پردہ کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے اور جہاں خطرے کاامکان کم ہے وہاں مکمل پردہ ، ماتم کرنا چاہئے ایسی عقل پر۔

چہرے کا پردہ:

اب ایک نئی بات لندن میں آکر سنی ، یہ مغربی ممالک چونکہ بہت ترقی یافتہ ہیں اس لئے ترقی کرتے کرتے اب ان کو 'ریورس گئیر"لگ گیا ہے یہ ترقی میںہیں مگر ان کی ترقی الٹی ترقی ہے ترقی معکوس ، یہاں نئی اور عجیب بات سنی ہے کہ بے شک عورتوں کو پردہ ضروری ہے مگر عورت کا چہرہ پردے میں داخل نہیں ۔ سبحان اللّٰہ! کیا کہنے اس انوکھی تحقیق کے، بلکہ نئے انکشاف کے ۔ دل تو چاہتا ہے کہ شیطان کی ان دسیسہ کاریوں کا ایک ایک

کر کے جواب دو ں مگر بات ذرا مختصر کرنا چاہتاہوں تاکہ ساری باتیں آجائیں یا اللہ! ان مختصر باتوں میں بھی وہی اثر رکھ دے جو مفصل طریقے سے سمجھانا چاہ رہاہوں ، ایک چھوٹی سی مثال سے اس کو سمجھ لیجئے ، ان بے دین لوگوں کے یہاں یہ عام رواج ہے کہ جب رشتہ کرنے لگتے ہیں تو لڑکے والوں کو لڑکی کا فوٹو بھیجتے ہیں ، فوٹو پر جو سخت لعنتیں آئی ہیں وہ تو بعد میں بتاؤوں گا ابھی ذرا مثال سمجھ لیں مثلاً لڑکی مورنٹو میںہے اورلڑکا ہے کراچی میں تو یہاں سے لڑکی کا فوٹو بھیج دےں گے، سو ایسے موقع پر اگر لڑکی چہرہ کی بجائے باقی سارے جسم کا فوٹو بھیج دے تو بتائیے لڑکا یا لڑکی کے والدین یہ رشتہ قبول کریں گے ؟ کبھی نہیں ! وہ تو یہی کہیں گے کہ اصل دیکھنے کی چیز تو چہرہ ہے وہ تو ہم سے چھپا لیا ، اس فوٹو کو ہم کیا کریں گے؟خواہ ایسے سینکڑوں فوٹوہوں ان کو رکھو اپنے پاس، ہمیں تو چہرہ دیکھنا ہے اور اگر چہرے کا فوٹو تو بھیج دیا ، باقی جسم کا کچھ بھی نہیں بھیجا تو کسی کو اعتراض نہ ہو گا کہیں گے ہاںٹھیک ہے ۔ ایسے ہی اگر لڑکے کا فوٹو مانگا جائے مثلاً لڑکا لاہور یا اسلام آباد میںہے اور بیگم صاحبہ ٹورنٹو میں ہیں دونوں کی شادی کرنا چاہتے ہیں ، لڑکے نے سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم کا فوٹو بھیج دیا مگر چہرے چھپا لیا تو لڑکی والے قطعاً قبول نہ کریں گے ، ان لوگوں کو دنیا کی عقل تو ہے دنیا کے معاملے میں بڑے ہوشیار ہیں لیکن دین کے معاملے میں یہ عقل کام نہیں دیتی اسے ”ریورس گئیر“ لگ جاتاہے ، شادی کے لئے چہرے کا دیکھنا ضروری ہے لیکن جب آئے پردے کی بات تو اب چہرے کی کوئی اہمیت نہیں، کوئی عقل کاکورا بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ فتنہ کا مرکز چہرہ ہے اجنبی نگاہوں کے لئے ساری کشش اور جاذبیت اسی چہرے میں ہے ، سو یہ کہنا کہ چہرے کا کوئی پردہ نہیں باقی سارے جسم کا پردے ہے کتنی بڑی حماقت ہے، قرآن کریم میں جتنی آیات پردے کے بارے میں آئی ہیں اور رسول اللہ کے بھی جتنے ارشادات پردہ کے بارے میں ہیں یہ سب کے سب چہرے سے متعلق ہیں ان سب میں بار بار چہرہ چھپانے کی تاکید ہے ، ازواج مطہرات یعنی رسول اللہ کی پاکیزہ بیویاں جو درحقیقت پوری اُمت کی مائیں ہیں ان سے متعلق بھی صحابہ کرامکو صاف صاف حکم ہے کہ جو تم ان سے کوئی چیز پوچھنے آؤ تو پردہ کے پیچھے سے پوچھو رو برو کھڑے ہو کر مت پوچھواور ازواج مطہرات سے فرمایا جب ضرورت کی بات کرو تو فلاتخضعن بالقول : آواز میں نرمی پیدا نہ کرو کڑک لہجے میں بات کروذرا سوچیں پوچھنے والے کون؟ صحابہ کرام جن کا اتنا اونچا مقام کہ ان کے تقدس پر ملائکہ رشک کریں ایسے اللہ کے مقبول اور برگزیدہ بندے ، کن سے پوچھ رہے ہیں؟ رسول اللہ کی ازواج مطہرات سے اور ان سے رشتہ کیا ہے؟ وہ پوری اُمت کی مائیںہیں، کیا پوچھ رہے ہیں؟ دین کی بات لیکن بات نہ کرو، یہاں ایک بات ذار سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ کیا امہات المؤمنین سے یہ احتمال تھاکہ نزاکت سے چبا چبا کر بات کریں گی؟ قطعاً نہیں! اس بات کا تو دور دور تک کوئی احتمال نہیں پھر یہ کیوں فرمایا کہ نرمی سے بات نہ کرو انسان کو روکا تو اس چیز سے جاتا ہے جس کا کوئی احتمال ہو۔ جس چیز کا احتمال ہی نہ ہو اس سے روکنے کا کیا فائدہ ؟ جواب یہ ہے کہ عورت کی آواز میں خلقۃً پیدائشی طور پر جو نرمی پائی جاتی ہے وہ اختیار نہ کریں جب ضرورت سے بات کرنا پڑے تو بتکلف آواز میں سختی پیدا کریں۔ بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے یہاں ایسی خواتین بھی ہیں جو اپنے حالات میں

لکھتی ہیں کہ ہم نے آپ کے وعظ میں یہ بات سنی تو اس کے بعد سے یہ معمول بنا لیا ہے کہ کبھی کسی غیر محرم سے بات کرنی پڑی تو ایسے سخت سخت لہجے میں بات کرتی ہےں کہ وہ سمجھتے ہیں یہ عورت تو کوئی چڑیل بن کر بات کریں، یہ جو حکم ہے کہ بات میں نرمی نہ اختیار کریں اس کا مطلب یہ ہے کہ بات کرتے ہوئے آواز میں بتکلف خشونت اور سختی کا لہجہ پیدا کریں۔

لطیفہ:

ایک لطیفہ یاد آگیاایک بار صادق آباد ریلوے اسٹیشن پر ایک اچھے دیندار مولوی صاحب پلیٹ فارم پر کسی سواری کو لینے یا چھوڑنے آئے ہوئے تھے ، ریل کے ڈبہ میںایک عورت کودیکھا کہ برقع پہنے بیٹھی ہے مگر نقاب اوپر کر کے لوگوںکو جلوے دکھا رہی ہے ، مولوی صاحب اس کے پاس گئے کہنے لگے بی بی آپ کو شاید سردی لگتی ہے ، وہ بولی نہیں، لیکن مولوی صاحب اصرار سے کہنے لگے نہیں نہیں بی بی لگتی ہو گی ، مولوی صاحب بوڑھے تھے عورت بولی بابا کیا بات ہے ؟ مولوی صاحب نے کہا بات یہ ہے کہ اگر آپ کامقصود پردہ ہوتا تو چہرہ پر نقاب ہوتا ، لیکن آپ نے نقاب الٹا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے سردی لگ رہی ہے اسی لئے برقع پہن رکھاہے ، پردہ آپ کا مقصد نہیں ، یہاں مغربی ملکوں میں بھی معلوم ہوتاہے کہ عورتیں کوٹ پہن کر جو باہر نکلتی ہیں تو سردی کے سبب سے ورنہ پردے وردے تو اس میں ہوتا نہیں ، پردہ توچہرے کا ہے چہرے کے پردے کی کس قدر تاکید ہے؟ اس کااندازہ اس سے کیجئے کہ قرآن مجید نے مردوں اور عورتوں کو الگ الگ خطاب کیا ہے کہ اپنی اپنی نظریں نیچی رکھیں مردوں کی نظرعورتوں پر اور عورتوںکی نظرمردوں پر نہ پڑے ۔ ایک بارمشہور نابینا صحابی حضرت عبداللّٰہ بن ام مکتوم آپ کے دولت کدہ پر تشریف لائے اس وقت امہات المؤمنین میں سے حضرت اُم سلمہ اور حضرت میمونہ اندر موجود تھیں۔۔ صحابی نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو رسول اللّٰہ نے ان دونوں بیبیوں کو حکم فرمایا کہ ان سے پردے کر لیں حضرت اُم سلمہ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللّٰہ! کیا یہ صحابی نابینا نہیں ؟ ان سے پردہ کے کیا معنی؟ تو رسول اللّٰہ نے فرمایا : افعمیا و ان انتما ’کیا تم دونوں بھی آندھی ہو؟“ انتما تبصرانہ’ نا بینا صحابی کو دیکھ نہیں رہیں“

وہاں تو پردہ کا اتنا اہتمام ہو رہا ہے کہ کسی نابینا اور معذور مرد پر بھی عورت کی نظر نہ پڑے لیکن یہاں اتنی چھوٹ کہ کوٹ پہن لیا تو بس پردہ ہو گیا۔ شیطان بھی بہت بڑا شریر ہے اس نے اپنے بندوں کو ایک یہ سبق بھی پڑھا رکھا ہے کہ چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد ، خالہ زاد سے بھی کوئی پردہ نہیں یہ تو بھائی ہیں ، بھائی سے کیا پردہ؟ اور بھلا دیور سے بھی پردہ ہو سکتاہے ؟ وہ تو گلے کا زیورہے۔ ’دیور‘ ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ”دوسرا شوہر“۔ ایک بھائی کی شادی ہو جائے تو سب بھائیوں کے مزے ہو جاتے ہیں ۔ اور بیگم صاحبہ بھی خوش کہ ایک تیر سے کئی شکار ، ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا۔ الغرض کس کس بات کا رونا رویا جائے یہاں تو آوے کا آواہی بگڑا ہواہے۔ دیور، جیٹھ ، نندوئی، بہنوئی، چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھا ، خالو، شوہرکا چچا، شوہر کا ماموں، شوہر کا پھوپھا ، شوہر کا خالو، شوہر کا بھتیجا ، شوہر کا بھانجا الغرض تقریباً

وہ تمام قریبی رشتہ دار جن سے پردہ فرض ہے ۔ ان کے بارے میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ تو ہمارے اپنے ہی ہیں ان سے کیا خطرہ؟

عند لیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو چلائے ہائے گل میں پکاروں ہائے دل
بے پردہ نظر جو آئیں جو کل چند بیبیاں
اکبر زمین میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میںنے آپ کا پردے وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا۔

اگر اللّٰہ تعالیٰ اپنی محبت کاذرہ عطا فرمادیں تو دماغ میں عقل بھی آجاتی ہے یاد رکھئے دل میں اللّٰہ تعالیٰ کی محبت اور دماغ میں عقل دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں، اللّٰہ تعالیٰ کی محبت دل میں ہو گی تو دماغ میں بھی عقل آئے گی اور اللّٰہ تعالیٰ کی محبت سے خالی ہے تو لازماً دماغ بھی عقل سے خالی ہو گا۔ حضرت رومی فرماتے ہیں کہ جس دل میں اللّٰہ تعالیٰ کی محبت نہیں اس کے دماغ میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ لید بھری ہوئی ہے گوبر بھرا ہوا ہے ، اسی لید اور گوبر کو عقل سمجھے بیٹھا ہے۔ ان بے دین لوگوں کی یہ منطق کہ چچازاد، پھوپھی زاد ، ماموں زاد، خالہ زاد بھائی ہیں ان سے پردہ کی کیا حاجت؟ ایک جادو کی ڈبیہ ہے۔ یہ سارے زاد بھائیوں سے شادی بھی کر لیتی ہیں، اگر یہ بھائی تھا تو شادی کیسے جائز ہو گئی؟ تو یہ جادو کی ڈبیہ ہے ایک طرف دیکھو تو دونوں بھائی بہن ہےں! مگر پلٹ کر دوسری طرف دیکھو تو دونوں میاں بیوی ہیں اللّٰہ تعالیٰ کی محبت سے جو دل خالی ہو تا ہے عقل تو اس میں ہوتی ہی نہیں اس کی مت ماردی جاتی ہے ۔ ہاں اگر دل میں اللّٰہتعالیٰ کی محبت آجائے تو عقل بھی لوٹ آتی ہے اللّٰہ تعالیٰ دستگیری فرماتے ہیں ۔ ڈاڑھی رکھنے والے فوجی کا قصہ سنایا تھا اب پردے کے معاملے میں بھی ایک باہمت خاتون کا قصہ سن لیجئے ایک کالج کی انگلش کی لکچرار نے مجھے خط لکھا کہ میںنے آپ کا وعظ ”شرعی پردہ“ پڑھا جس کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے مکمل پردہ کر لیا ، جب لکچردینے کالج گئی تو برقع اوڑھ کر گئی وہ برقع یہاں لندن والوں جیسا فیشنی برقع نہیں تھا بلکہ مسلمانوں والا برقع تھا جس میں چہرہ چھپ جاتا ہے کالج میں داخل ہوئی تو سامنے سے اس شعبہ کی ”ہیڈ“ مل گئی، وہ برقع دیکھ کر کہنے لگی”تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے“ اُنھوںنے جواب میں کہا ”دماغ تو پہلے خراب تھا اب تو ٹھیک ہو گیا ہے “ واقعی اللّٰہ تعالیٰ کے نافرمان کا دماغ خراب ہوتاہے جب اللّٰہ تالیٰ کی محبت دل میں آجاتی ہے تو سارا فتور نکل جاتا ہے اور دماغ ٹھیک ہو جاتا ہے ۔ یا اللّٰہ! سب مسلمانوں کے دماغ ٹھیک کر دے ۔ اس باہمت خاتون کی ہمت کے صدقے کالج کے دوسرے کئی شعبوں کی لکچرار خواتین نے بھی پردے شروع کر دیا۔ اپنی شاگرد لڑکیوں کو بھی چادریں اوڑھادیں، اللّٰہ تعالیٰ کا کرم دیکھئے کالج کی مسموم فضا میں رہنے والی خاتون کو شرعی پردہ کی توفیق مرحمت فرمائی پھر’ہیڈ‘ کی مخالفت اور طنز و تشنیع کے باوجود اس کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آئی بلکہ روبرو جواب دے کر اس کا منہ بند

کرتی ہے اور ہمت و استقامت دکھا کر دوسری بہت سی خواتین کے لئے بے مثال نمونہ پیش کرتی ہے ، اس کے صدقے وہ بھی پردہ شروع کر دیتی ہےں۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہمت اور ثابت قدمی سب مسلمانوں کو نصیب فرمادیں آمین۔

پردہ سے متعلق مزید تفصیل میرے مطبوع وعظ "شرعی پردہ" میں دیکھیں۔

۱۲۔ اسلام میں حیا ءکی اہمیت

حیا انسان کی فطری صفت ہے ۔ جو شخص جتنا زیادہ حیا دار ہوگا اتنا ہی وہ اپنے معاشرے میں باوقار سمجھا جائے گا اس لئے کہ حیا ایک خاص حالات کا نام ہے جو انسان کے دل میں ایمان کے سبب سے ہر بُرائی اور عیب کے کام سے تنفر اور انقباض پیدا کرتی ہے
(مظاہر حق ۱۸۰۴)

شریعت ِاسلامی میں اس صفت کو نمایاں مقام حاصل ہے اور جناب رسول اللہﷺ نے اُمت کو اسکی نہایت تاکید فرمائی ہے ۔ اس سلسلہ کی چند احادیث درج ذیل ہیں :

حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" حیا کا نتیجہ صرف خیر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حیا ساری کی ساری خیر ہی ہے " (بخاری ومسلم شریف)

حضرت زید بن طلحہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہر دین کی (خاص) عادت ہوتی ہے اور اسلام کی عادت حیا ہے" (بیہقی شریف)

حضرت ابن عمر آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"حیا اور ایمان دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی اُٹھ جائے تو دوسرا بھی خود بخود اُٹھ جاتا ہے" (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا:

"پہلے انبیاءکے کلام سے لوگوں نے یہ جملہ بھی پایا ہے کہ اگر تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر (یعنی کوئی چیز تجھ کو بُرائی سے روکنے والی نہ ہوگی)" (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"حیا ایمان کا (اہم ترین) شعبہ ہے " (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

"حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان (یعنی اہل ایمان) جنت میں ہیں اور بے حیائی بدی میںسے ہے اور بدی (والے)جہنمی ہیں" (ترمذی شریف)

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”بے حیائی جب بھی کسی چیز میں ہوگی تو اُسے عیب دار ہی بنائے گی اور حیا جب بھی کسی چیز میں ہو گی تو اُسے مزین اور خوبصورت ہی کرے گی“ (ترمذی شریف)

حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت ہے کہ محسن انسانیت حضرت محمد مصطفٰےﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اُس سے حیا کی صفت چھین لیتا ہے پس جب اُس سے حیا نکل جاتی ہے تو وہ (خود) بغض رکھنے والا اور (دوسروں کی نظر میں) مبغوض ہو جاتا ہے ۔ پھر جب وہ بغض و مبغوض ہو جاتاہے تو اُس سے امانت نکل جاتی ہے جب اُس سے امانت نکل جاتی ہے تو وہ خائن اور (لوگوں کی نظر میں) بَد دیانت ہو جاتاہے ۔ جب وہ خائن اور بد دیانیت ہو جاتا ہے تو اُس میں سے رحم کا مادہ نکل جاتا ہے ۔ جب اُس سے رحمت نکلتی ہے تو وہ لاعن اور ملعون ہو جاتا ہے پس جب لاعن اور ملعون ہو تا ہے تو اُس سے اسلام کا پھندا(عہد) نکل جاتاہے “ (ابن ماجہ شریف)

حیا ءکا مستحق کون؟

ویسے تو ہر انسان اپنے اندر کچھ نہ کچھ حیا اور شرم کا مادہ رکھتا ہے یعنی وہ دوسرے انسانوں کے سامنے عموماً بے حیائی اور بے شرمی کے کاموں کو پسند نہیں کرتا اور کوشش کرتا ہے کہ اُسے کوئی شخص بُرائی کرتے ہو ئے نہ دیکھ سکے۔ اسی طرح اپنی بے عزتی کے خیال سے بہت سے لوگ بر سَرِعام بُرائی سے بچے رہتے ہیں ۔ لیکن ان سب باتوں کا داعیہ انسانوں سے شرم کی وجہ سے پیدا ہو تا ہے جس سے دنیا میں بچاؤ کی بہت سی شکلیں موجود ہیں۔مثلاً ستر کھولنا ایسا عمل ہے جو لوگوں کے سامنے حیا کی وجہ سے نہیں کیا جاتا لیکن خلوت اور تنہائی میں یہ عمل حیا اورمروت کے خلاف نہیں سمجھا جاتا وغیرہ

مگر اسلامی شریعت میں حیاءسے مراد محض انسانوں سے حیاءنہیں بلکہ اسلام اپنے ماننے والوں کو اس اللہ علیم و خبیر سے شرم کرنے کی تلقین کرتا ہے جو ظاہر و پوشیدہ ، حاضر و غائب ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے ۔ اس شرم کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ جو فعل بھی اس کی نظر میں بُرا ہو اُسے کسی بھی حال میں ہر گز ہر گز نہ کیا جائے اور اپنے تمام اعضا ءو جوارح کو اس کا پابند بنایا جائے کہ ان سے کسی بھی ایسے کام کا صُدور نہ ہو جو اللہ تعالیٰ سے شرمانے کے تقاضے کے خلاف ہو ۔ اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے اُمت کو واضح ہدایت فرمائی ہے چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے حضرات صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

” اللہ تعالیٰ سے اتنی شرم کرو جتنی اُس سے شرم کرنے کا حق ہے ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا تمام تعریف اللہ کے لئے ہے ۔ اے اللہ کے نبی ! ہم اللہ سے شر م تو کرتے ہیں ۔ تو آپ نے فرمایا: یہ مراد نہیں بلکہ جو شخص اللہ سے شرمانے کے حق کو ادا کرے گا (اسے تین کام کرنے ہونگے اوّل یہ کہ) اپنے سر کی حفاظت کرے اور اس چیز کی جس کو سر نے جمع کیا اور (دوسرے یہ کہ) پیٹ کی حفاظت کرے اور اس چیز کی جو پیٹ سے لگی ہوئی ہے اور (تیسرے

یہ کہ) موت کو اور موت کے بعد کے حالات کو یاد کرے اور (خلاصہ یہ ہے کہ) جوشخص آخرت کا ارادہ کرے وہ دنیا کی زیب و زینت چھوڑ دے پس جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ سے حیا ءکرنے حق ادا کرےگا" (مشکوٰۃ شریف)

اس واضح حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اللہ سے حیا کرنا ضروری ہے اور اس کے لئے محض زبانی دعویٰ کافی نہیں بلکہ اپنے جسم

و روح اور خواہشات کو اطاعتِ خداوندی کے رنگ میں رنگنا اور ہر حالت میں اللہ کی بندگی کا خیال رکھنا ضروری اور لازم ہے ۔

اللہ سے حیا ءکا جذبہ کیسے پیدا ہو گا؟

اللہ تعالیٰ سے حیاءکرنے کا جذبہ کیسے پیدا کیا جائے؟ اس کے متعلق علماءو عارفین کے مندرجہ ذیل اقوال انتہائی چشم کشا اور مفید ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱) حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ :

"اللہ کی نعمتوں کے استحضار کے ساتھ اپنی کوتاہیوں پر نظر کرنے سے جو درمیانی حالت پیدا ہو تی ہے اسی کا نام حیا ہے " (شعب الایمان ۱۴۷۶)

۲) حضرت ذوالنون مصری کا ارشاد ہے:

"جو چیز انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے حیاءکرنے پر آمادہ کرتی ہے وہ انعامات خداوندی کی معرفت اور اس کے مقابلہ میں ان پر جو شکرگذاری واجب ہے اُس میں کوتاہی کا احساس ہے اس لئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت بے حد و حساب ہے اسی طرح اس کے شکر کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے " (حوالہ بالا)

۳) حضرت محمد بن فضیل فرماتے ہیں :

"کہ حیا اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ اولاً تم اپنے محسن کے احسانات کی طرف نظر کرو پھر یہ غور کرو کہ ان احسانات کے بدولت تم نے اپنے محسن کے ساتھ کیسی زیادتیاں کر رکھی ہیں؟ جب تم ان دونوں باتوں کا استحضار کرنے لگو گے تو تمہیں انشاءاللہ حیاءکی صفت سے سرفراز کیا جائے گا " (حوالہ بالا)

ان اقوال کا حاصل یہ کہ ہمیں اولاً اللہ تعالیٰ کی ان انمول اور بے حساب نعمتوں کو یاد رکھنا چاہئے جو ہم پر ہر وقت بارش کی طرح برس رہی ہیں ، پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم ان نعمتوں کا کیا حق ادا کر رہے ہیں ؟ اور ہم سے کتنی کوتاہیاں ہو رہی ہیں؟ اس استحضار سے خودبخود ہمیں احساس ہو گا کہ ہمارے لئے کوئی بھی ایسا کام کرنا ہرگز مناسب نہیں جس سے ہمارے عظیم محسن کو ناگواری ہوتی ہو اور اس کی نعمتوں کی ناقدری لازم آتی ہو، اسی کا نام "حیائ" ہے جو مؤمن کی اہم ترین امتیازی صفت ہے اللہ تعالیٰ اُمت کے ہر فرد کو صفت'حیائ' سے مالا مال فرمائے ۔آمین

۱۳۔ بائبل اور قرآن مجید کا موازنہ

موجودہ بائبل عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید پر مشتمل ہے عہد نامہ عتیق یہودیوں کے نزدیک مستند کتاب ہے جب کہ عہد نامہ جدید(Old Testament)جس میں چار اناجیل، متی، مرقس، لوقااور یوحنا خطوط شامل ہیں عیسائیوںکی معتبر کتاب ہے قرآن کریم پر اعتراض کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہئیے کہ وہ کتب جن کو یہ لوگ منزل من اللّٰہ تسلیم کرتے ہیں اور ان پر عمل پیراہیں انمیں نہ جانے کتنی مرتبہ ردوبدل کی گئی حد تو یہ ہے کہ یہ کتب گم ہوجاتی رہیں اور پھر اچانک منصہ شہود پر آجاتی رہیں کیا ان حالات میں وہ قطع برید سے محفوظ رہی ہوں گی؟

۶۹۱ ق م میں شاہ یہودا کے دور میں تورات گم ہوگئی(احوال کتاب مقدس حصہ اول ص ۱۷۷ طبع لندن ۰۶۸۱)پورے ۵۷ سال تک اس کا کوئی پتہ نہ چلا پھر شاہ یوسیاہ کے عہد کاہنوں کے سردار خلقیاہ نے ۶۲۴ ق م میں اسے اچانک بر آمد کرلیا بعض محققین کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب پورے تین سو سال تک گم رہی اگر دوسری روایت کو تسلیم نہ بھی کیا جائے تب بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب کم از کم ۷۵ سال کے بعد اس طرح دستیاب ہوئی کہ اچانک کاہن خلقیاہ نے منشی سافن سے کہا کہ مجھے خداوند کے گھر میں تورات ملی ہے۔ (سلاطین دوم باب نمبر ۲۴ آیت نمبر۸)

اور جو عہد کی کتاب خداوند کے گھر سے ملی تھی اس کی باتیں ان کو پڑھ کر سنائیں (ایضاً باب ۲۳ آیت ۲)

یہ تو حال ہے ان احباب کی مذہبی کتاب کا جو قرآن کی صحت اور سند پر انگشت بازی کرتے ہیں حالانکہ قرآن ہی واحد ایسی کتاب ہے جس میں اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ایک لفظ کی بھی تحریف ثابت نہیں کی جاسکی جو اب بھی محفوظ ہے اور تاقیامت محفوظ رہے گی کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ رب ذوالجلال نے خود لے رکھا ہے۔

آئیے! ایک نظرانجیل کی ترتیب وتدوین پر ڈالیں تاکہ یہ بات عیاں ہوجائے کہ موجودہ انجیل بھی کن حالات سے گزر کر ہمارے ہاتھوں تک پہنچی سب سے پہلے ۶۵ء اور ۷۰ءکے درمیان مرقس نے اپنی انجیل لکھی یہ پطرس کا شاگرد تھا اس کی موت کے بعد یہ انجیل لاطینی زبان میں لکھی گئی اس کے بعد لوقا نے ۸۰ءاور ۹۰ءکے درمیان اپنی انجیل تیار کی یہ صاحب پولوس کے ترجمان تھے متی کی انجیل ۸۰ءاور ۱۰۰ءکے درمیان لکھی گئی یہ انجیل اس متی کی تصنیف نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ کے شاگرد تھے کیونکہ خود اس کے اندر بھی حواری متی سے متعلق ایسے فقرے موجود ہیں جو کوئی مصنف اپنے متعلق نہیں لکھ سکتا۔(ملاحظہ ہو متی کی انجیل باب ۹ آیت ۹)

اس کے بعد ۱۰۰ءاور ۱۴۰ کے درمیان یوحنا کی انجیل لکھی گئی یاد رہے کہ عیسائی محققین اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ یہ "یوحنا" گلیلی کے ماہی گیر اور حضرت عیسیٰ کے حواری ہرگز نہیںتھے خود اس انجیل میں ایسے فقرے موجود ہیں جو حواری یوحنا سے متعلق ہے لہٰذا یہ تصنیف ان کے بجائے بعد میں آنے والے کسی دوسرے یوحنا کی ہے۔ (ملاحظہ ہو یوحنا کی انجیل باب ۲۱ آیت ۲۳)

قرآن مجید اور بائبل کاایک اور تقابل:

پادری فنڈرنے میزان الحق اور ان کے بعد بھی کئی پادری صاحبان نے اس بات پر خوب زور دیا ہے کہ ہماری بائبل غیر محرف اور اصلی ہے اس بارے میں انہوں نے بائبل کے مختلف قدیم نسخے کئی کتب خانوں، غاروں اور عجائب گھروں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیش کر دیئے ہیں کہ ہمارا فلاں نسخہ فلاں صدی کا ہے، فلاں فلاں صدی کاتحریر شدہ ہے اور موجودہ بائبل ان کے مطابق ہے لہٰذا ہماری بائبل غیر محرف ہے۔

جواباً گزارش ہے کہ افسوس تمہاری جدوجہد محض فضول ہے غیر مطبوعہ نسخوں کا باہم متفق ہونا تو دور کی بات ہے، اب پریس کے دور میں تمہارا ایک متن پر اتفاق نہیں ہورہا نیز کئی عیسائی علماءنے ان نسخوں کے اختلافات کو واضح کیا ہے جس کے حوالے جات بندہ اس تحریر میں نقل کر چکا ہے۔

قرآن مجید کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے

اور قرآن مجید کو آخری کتاب اور آنحضرت ا پر رسالت اور نبوت ختم ہونے کی وجہ سے

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہ لَحَافِظُونَ

”ہم نے ہی اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں“

فرما کر اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے لیا اس لئے وہ قیامت تک بغیر کسی ادنیٰ تغیر و ترمیم کے اصلی حالت میں محفوظ رہے گا کسی کو کوئی طاقت نہیں کہ اس کا ایک شوشہ تک بدل دے اس لئے آپ ا کے بعد کسی دوسرے نبی و رسول کی کوئی ضرورت اور گنجائش باقی نہیں رہی۔

اسلام کے سوا کوئی اور مذہب مدارنجات نہیں ہوسکتا

اور نہ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب مدارنجات ہوسکتا ہے اگر قرآن مجید ہمیں یہ نہ بھی بتلائے کہ کسی شخص کی نجات سیدنا محمد رسول اللہ اپرایمان لائے بغیر ممکن نہیں (اگرچہ وہ شخص کسی دوسرے مذہب پر پورے تقویٰ نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ کیوں نہ عمل پیرا ہو)تو پھر بھی عقلاً یہ بات بالکل روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اس لئے کہ جب قرآن کریم میں تمام کتب سابقہ کی اصلی اور بنیادی تعلیمات جمع کر دی گئی ہیں تو اب اگر کوئی بھی قرآن مجید کا انکار کرے وہ خود اپنی کتاب انجیل وغیرہ کا انکار کر کے کافر ہوجاتا ہے لیکن اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہ اپنی شفقت اور رحمت کاملہ کی وجہ سے قرآن کریم میں ساری دنیا کے انسانوں اور جنات کو مختلف الفاظ سے بار بار خطاب فرماتے ہیں۔

وَمَن یَّبتَغِ غَیرَ الاِسلاَمِ دِینًا فَلَن یُّقبَلَ مِنہُ وَھُوَ فِی الاٰخِرَۃِ مِنَ الخٰسِرِینَ (ال عمران ۸۵)

ترجمہ: اور جو کوئی طلب کرلے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین پس اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا(یعنی نجات نہیں پائے گا)

قُلْ يا أيها الناس إني رسولُ الله إليكم جميعًا الذي له ملْك السموات والْأرض لَا إله إلا هو يحيي ويميت فآمنوا بِالله ورسوله النبي الْأمي الذي يؤمن بِالله وكلماته واتبعوه لعلكم تهتدونَ (اعراف ۱۵۸)

ترجمہ:فرمادیجئے اے لوگو! میں رسول ہوں اللّٰہ کا ، تم سب کی طرف جس کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے پس ایمان لاؤ اللّٰہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی امی پر جو یقین رکھتا ہے اللّٰہ پر اور اس کی ساری باتوں پر اور اس کی اتباع کرو تاکہ تم راہ راست پاؤ۔

کہ محمد رسول اللّٰہ ا پرایمان لائے اور دین اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب میں نجات کا کوئی تصور نہیں۔ اسلام کی تبلیغ عیسائیت کی تبلیغ کے مانندنہیں ہے۔عیسائیت کا تو کوئی نظام نہیں ہے نہ اس کا کوئی فلسفہ اور حکمت ہے اور نہ کوئی معقول عقائد ہیں آپ کو معلوم ہے کہ عیسائیت کے جو کچھ بھی عقائد ہیں غیر منطقی اور غیر معقول ہیں اسی لئے وہ Dogma کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو چونکہ ان کے پاس نہ کوئی پیغام ہے جو معقول ہو، نہ کوئی فلسفہ و حکمت ہے جو عقل کی میزان پر پوری اترتی ہو اور نہ کوئی نظام ہے جس کو کہ وہ قائم کرنا چاہیں، لہٰذاوہ تو کبھی بھی دانش مندی اور ذی فہم طبقے سے مخاطب نہیں ہوتے، بلکہ وہ تو ایسی کوشش کرتے ہیں جسے میں Back door entry کہا کرتا ہوں یعنی پیچھے سے شب خون مارنا۔ معاشرے کے گرے پڑے، دبے ہوئے اور پسے ہوئے طبقات میں جاکر تبلیغ کرنا، ان میں دودھ کے ڈبے تقسیم کرنا، ان کی بچیوں کو کچھ پڑھا کرنرسیں بنادینا اور اس طرح ان کے دلوں میں اپنے لئے جگہ پیدا کرنا اور ان کے نام بدل دینا! بس یہ کام رہا ہے ان کا۔ اسلام کی تبلیغ کبھی اس انداز کی نہیں رہی اسلام کا تو Frontal Attack ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں بھی اسلام تبلیغ کرنا چاہتا ہے وہ سب سے پہلے اس کے ذہین ترین طبقات کو خطاب کرے گا، اس کے فلسفے اور حکمت کو چلینج کرے گا، اپنے فلسفہ اور حکمت کو دلیل سے پیش کرے گا قرآن تو کہتا ہے ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ پیش کرو ہم جو بات کررہے ہیں، دلیل سے کر رہے ہیں ہذہ سَبِیلِی ادعوا الی اللّٰہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعَنِی یعنی یہ میرا راستہ ہے، میں اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں نہیں مارہا ہوں میں اللّٰہ کی طرف بلا رہا ہوں اور میں اور میرے متبعین علی وجہ البصیرت اس راستے کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ تو ہم تو عقل، منطق، فلسفہ اور حکمت کے حوالے سے بات کرتے ہیں دوسری بات یہ کہ ہمارے پاس تو ایک نظام عدل اجتماعی ہے، ایک معاشرتی عدل و مساوات کا نظام جسے ہم پیش کرتے ہیں۔

۱۴۔ لوگ کہتے ہیں

انسانی نفس کی چوریوں سے آنحضرت سے زیادہ کون با خبر ہو سکتا ہے ؟ چنانچہ آپ نے جو حکم بھی دیا اس کے تمام مضمرات کو سمجھتے ہوئے ایسے تمام راستوں کو بھی بند کیا جو اس حکم کی خلاف ورزی کی طرف لے جا سکتے ہیں اور ان چوردروازوں کی بھی نشان دہی فرمائی جہاں سے انسان کی نفسانی خواہشات حیلے بہانے تلاش کر سکتی ہیں ، نفس انسانی کی ایک فطرت یہ ہے کہ جس بُرائی کا الزام وہ براہ راست اپنے سر لےنا نہیں چاہتا ‘اسے

کسی اور شخص کے کندھے پر رکھ کر انجام دےنے کی کو شش کر تا ہے تاکہ مقصد بھی ہو جائے اور اپنے اوپر حرف بھی نہ آئے ، آنحضرت نے جھوٹ کے سلسلے میں انسان کی اس نفسیاتی کیفیت کو نہایت لطیف اور بلیغ پیرائے میں بیان فرمایا ہے ، امام غزالی نے احیاءالعلوم میں آپ کا یہ ارشاد ان الفاظ میں نقل کیا ہے :

بئس مطبة الکذب : یقول الناس

جھوٹ کی بدترین سواری یہ فقرہ ہے کہ "لوگ یو ںکہتے ہیں"

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ براہِ راست جھوٹ بولنے سے کتراتے ہیں ، وہ بے بنیاد اور بے تحقیق باتیں لوگوں کے سر پر رکھ کر کہہ دیتے " لوگ یوں کہتے ہیں" لوگوں میں تو یہ بات مشہور ہے لوگوں کا کہنا تو یہ ہے ، یہ فقرے ہیں جو جھوٹ کے الزام سے بچنے کے لئے ایک ڈھال کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں اور جھوٹ جو اپنے پاؤں چل کر نہیں پھیل سکتا، اس قسم کے فقروں پر سوار ہو کر پھیل جاتاہے ، اسی لئے آپ نے اس فقرے کو "جھوٹ کی سواری" قرار دیا۔

یہ تو ایک لطیف اور استعاراتی پیرایہ بیان تھا جو حقائق پر نگاہ رکھنے والوں کے لئے بڑا مؤثر اور دل میں اُتر جانے والا ہے لیکن اسی بات کو آپ نے ایک اور حدیث میں بالکل سادہ اور عام فہم الفاظ میں بھی ارشاد فرمایا جسے ہر شخص سنتے ہی سمجھ جائے فرمایا: کفٰی بالمرءکذباً ان ىحدث بکل ما سمع

" انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات بھی کافی ہے کہ وہ ہر وہ بات دوسروں کو سنانے لگے جو اس نے کہیں سے بھی سُن لی ہو"

دونوں ارشادات کا منشا درحقیقت یہ بتنا ہے کہ ایک سچے مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ہر کچی پکی بات کہیں سے سن کر اسے آگے چلا دے ، اس طرح افواہیں جنم لیتی ہیں ، جھوٹی باتیں معاشرے میں پھیلی ہیں اور متضادافواہوں کے گرد و غبار میں حقیقت کاچہرہ مسخ ہو کر رہ جاتا ہے ، قرآن کریم نے بھی ایسی بے تحقیق جھوٹی باتیں پھےلانے کی پر زور مزمت کی ہے، آنحضرت کے عہد مبارک میں ےہ منافقین کا وطیرہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے درمیان اےسی افوا ہیں پھیلاتے رہتے تھے جن سے لوگوں میں بے چےنی اور تشویش پےدا ہوتی تھی، اور دشمنوں کوفائدہ پہنچتا تھا، قرآن کریم نے ان کی مذمت کرتے ہوے فرماے:

وَاذا جاءهم امر من الامن او الخوف اذاعوابه

و لو ردّوہ اولی الامرلعلمه الذین یستنبطونہمنهم

" جب بھی امن یا خوف (جنگ) کے بارے میں انہیں کوئی بات پہنچتی ہے، وہ اسے پھیلا نے میں لگ جاتے ہیں اگر وہ اسے (پھیلا نے کے بجائے) ذمہ دار لوگوں تک پہنچاتے تو ایسے لوگ اسکی حقیقت جان لیتے جو اسکی کھود کرید (تحقیق) کر سکتے ہیں"

قرآن و سنت کے ان ارشادات سے اسلام کا جو مجموعی مزاج سامنے آتا ہے ، وہ یہ ہے کہ جب تک کسی بات کی مناسب تحقیق نہ ہوجائے اس وقت تک اُسے دوسروں کے سامنے بیان کرنا جائز نہیں ، اگر کوئی شخص اس قسم کی بے تحقیق بات کو پورے وثوق اور یقین سے بیان کرے تب تو ظاہر ہے کہ وہ خلافِ واقعہ اور غلط بیانی کے ذیل میں آتا ہے لیکن اگر بالفرض وثوق کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے '' لوگ کہتے ہیں" جیسے فقرے کا پردہ رکھ کر بیان کرے ، لیکن مقصد یہی ہو کہ سننے والے اُسے سچ باور کرلیں، تب بھی مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ایسا کرنا جائز نہیں۔

دراصل اسلام کا مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان معاشرے کا ایک ذمہ دار ا فراد بن کر زندگی گذارے، اس کے منہ سے جو بات نکلے وہ کھری اور سچی بات ہو اور وہ اپنے کسی قول و فعل سے غیر ذمہ داری کا ثبوت نہ دے، قرآن کریم ہی کا ارشاد ہے کہ: ما یلفظ من قول الاّ لدیہ رقیب عتید"انسان جو بات بھی زبان سے نکالتاہے اسے (محفوظ رکھنے کے لئے) ایک نگہبان ہر وقت تیار ہے"

مطلب یہ ہے کہ انسان یہ نہ سمجھے کہ جو بات وہ زبان سے نکال رہا ہے و ہ فضا میں تحلیل ہو کر فنا ہو جاتی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کہیں ریکارڈ ہو رہی ہے اور آخرت میں اس سارے ریکارڈ کا ہر شخص کو جواب دینا ہوگا اسی لئے آنحضرت نے بہت سی احادیث میں زبان کو قابو میں رکھنے کی تاکید فرمائی ہے ۔

لیکن ان تمام تعلیمات کے برعکس آجکل ہماری زبانیں اتنی بے قابو ہو گئی ہیں کہ ان کے استعمال میں ذمہ داری کا تصور ہی باقی نہیں رہا جو کوئی اڑتی ہوئی بات کہیں سے ہاتھ آگئی اسے تحقیق کے بغیر دوسروں تک پھیلانے اور پہنچانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی جاتی اور لوگ اسے بے دھڑک ایک دور سے اس طرح بیان کرتے چلے جاتے ہیں کہ فضا میں افواہوں کاایک طوفان ہمہ وقت بپا رہتا ہے

یو ں تو ہر قسم ہی کی خبر میں احتیاط اور ذمہ داری کی ضرورت ہے لیکن جس خبر کے نتیجے میں کسی دوسرے پر کوئی کوئی الزام لگتاہو اس میں تو احتیاط کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے ، کیونکہ اس سے کسی دوسرے انسان کی عزت و آبرو کا مسئلہ وابستہ ہے اور بلا تحقیق افواہوں کی بنیاد پر کسی انسان کی عزت کو مجروح کرنا صرف جھوٹ ہی نہیں ، بہتان بھی ہے اور حقوق العباد میں سے ہونے کی بنا پر اور زیادہ سنگین جرم ہے ، لیکن ہمارے موجودہ ماحول میں کسی شخص پر کوئی الزام عائد کرنا ایک کھیل بن کر رہ گیا ہے جس میں کسی تحقیق اور ذمہ داری کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی بالخصوص اگر کسی شخص سے ذاتی، جماعتی یا سیاسی اختلاف ہو تو اسکی غیبت کرنا ، اس پر بہتان باندھنا اور اسے طرح طرح سے بے آبرو کرنا حلال طیب سجھ لیا گیا ہے ۔

اس صورتِ حال کے یہ نتائج بدکھلی آنکھوں‌ہر شخص دیکھ رہاہے کہ فضا جھوٹی خبروں سے اتنی آلودہ ہو چکی ہے کہ حقیقتِ حال کا پتہ لگانا دشوار ہے اور اسکی وجہ سے کسی کو کسی پر اعتبار نہیں رہا، نیز جھوٹ کی اس قدر کثرت نے غلط بیانی اور بہتان طرازی کی بُرائی دلوں سے نکال دی ہے اور ہرغیر ذمہ دار شخص کو یہ حوصلہ

ہو گیاہے کہ وہ بے بنیاد سے بے بنیادھڑلے سے معاشرے میں پھیلادے، اور پھر ایک انتہائی خطرناک بات یہ ہے کہ غلط الزامات کے سیلاب میں حقیقی مجرموں کو بھی فی الجملہ پناہ مل گئیں ہے یعنی جو لوگ واقعی خطا کار اور بدعنوان ہیں، انہیں بدنامی کا زیادہ خطرہ باقی نہیں رہا، اس لئے کہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ اگر کوئی خبر ہماری بدعنوانی کے بارے میں اُڑی تو وہ اسی طرح مشکوک سمجھی جائے گی جیسے اور بہت سی بے تحقیق باتوں کو سنجیدہ لوگ مشکوک سمجھ کر نظر اندازکر دیتے ہیں چنانچہ بدعنوان افراد آرام سے بد عنوانیوں میں ملوث رہتے ہیں اور بہت سے بے گناہوں کے دامن پر داغ لگ جاتا ہے ۔

یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے ماحول میں غیر ذمہ دارانہ باتیں بے حد پھیل گئی ہیں لیکں اس کا علاج بھی دور دور سے اس صورتِ حال کی مذمت کرتے رہنا نہیں ہے بلکہ ہر بُرائی کا علاج یہ ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ یہ عزم کر لے کہ دوسرے لوگ خواہ کچھ کرتے رہیں ، کم از کم وہ اپنے قول و فعل میں ذمہ داری کامظاہر کرے گا۔اور بے تحقیق باتوں کو پھیلا کر افواہ طرازی کا مرتکب نہیں ہوگا۔ ہر شخص کو یہ سوچنا چاہئے کہ وہ اپنے طرز عمل میں تبدیلی لاکر معاشرے سے کم از کم ایک غیر ذمہ دار شخص ضرور کم کر سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں کم از کم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹ کے گناہ سے بچا سکتاہے اور پھر تجربہ یہ ہے کہ جب افراد میں یہ فکر پیدا ہو جاتی ہے تو ایک شخص کا طرزِ عمل دوسرے کے لئے نمونہ بنتا ہے اور ایسے نمونوں میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتاجائے تو اسی طرح معاشرہ سدھار کی طرف رواں دواں ہو جاتاہے ،آج ہماری ایک اہم ضرورت یہ بھی ہے کہ ہم معاشرتی بُرائیوں کے رواجِ عام کو مایوسی کا ذریعہ بنانے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں ، اس کے بجائے اپنے عمل اور عزم سے بدعنوانی کی تاریکیوں میں اُمید کی مشعلیں روشن کریں ،جن سے باعزت اور پاکیزہ زندگی کی طرف بڑھنے کا حوصلہ ابھرے، اس کے بغیر کبھی کوئی قوم ترقی کی منزلیں طے نہیں کر سکتی ۔

۱۵۔ آپکے مسائل اور اُنکا حل

انسان کا شکریہ ادا کرنے کا طریقہ:

س) انسان کا شکریہ ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے ۔ الفاظ مہربانی، شکریہ وغیرہ کہنا جائز ہے؟

ج) کسی شخص کے احسان کاشکریہ ادا کرنے کے لئے شریعت نے "جزاک اللّٰہ" کہنے کی تلقین کی ہے ۔ حدیث میں ہے :

من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ جزاک اللّٰہ فقد ابلغ فی الثناء(ترمذی جلد۲ ص ۲۳)

"جس پر کسی نے احسان کیا ہو وہ احسا ن کنندہ کو "جزاک اللّٰہ" کہہ دے تو اس نے تعریف کو حد کمال تک پہنچا دیا"

بداخلاق نمازی اور بااخلاق بے نمازی میں سے کون بہتر ہے:

س) ایک شخص بے نمازی اور بہت نیک اور پرہیز گار ، مگر اس کے اخلاق اچھے نہیں ، ہر ایک کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آتاہے اور ایک شخص ہے بے نمازی اور پرہیز گار بھی نہیں ہے مگر اس کے اخلاق بہت اچھے ہیں ایسی صورت میں کس کا عمل اچھا ہے؟

ج) آپ کی یہ بات سمجھ سے بالا تر ہے کیونکہ عبادات کو تو تاثیر یہ ہے کہ وہ انسان کو مہذب بنا دے ، اس کا دل نرم کر دے، اس کے اخلاق کو اچھا بنا دے، اس کے تکبر کو ختم کر دے، کیونکہ نماز کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بے حیائی اور فواحش سے روکتی ہے پھر جب انسان نماز میں تواضع سے سر جھکاتا ہے تو کبر ختم ہو جاتاہے ۔ ہر وقت وہ نماز میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتاہے کے مجھے نیک لوگوںکے راستہ پر چلااور نیک لوگوں کے اخلاق اچھے اور اعلیٰ ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ عبادت کااثر ہی یہی ہے کہ اس کے اخلاق بھی اچھے ہو جائیں۔ اب اگر عبادت اس میں یہ تاثیر نہیں کرتی تو معلوم ہوا کہ اس کی عبادت میں کوئی نقص ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی عبادت کی اصلاح کرے لیکن اس کو نماز، روزہ، اور دیگر نیک کاموں کا اجر اپنی جگہ الگ ملے گا اور بد اخلاقی کا گناہ اپنی جگہ الگ، اسی طرح بااخلاق شخص جو کہ نیک اعمال نہیں کرتا اور فرائض میں کوتاہی کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اس کو فطرت سلیم اور صحیح طبیعت عطا کی ہے مگر وہ اپنی غفلت اور کوتاہی اور شیطان کے بہکانے میں آکر فرائض میں کوتاہی کر رہا ہے تو اس کو ان فرائض میںکوتاہی کی سزا ضرور ملے گی ان دونوں اشخاص کی آپس میں کوئی نسبت نہیں دونوں ہی صحیح راستہ پر نہیں ، ایک نے ایک حصہ دین کا چھوڑ یا اور دوسرے نے دوسرا دین کا حصہ چھوڑ دیا ، اس لئے دونوں ناقص ہیں۔

س) ایک صاحب کو ۱۹۵۱ ءمیں ۲۵ روپے ادھار دیئے اُنہوںنے ۱۹۹۳ ءمیں ۲۵ روپے ادا کئے اگر وہ مجھے ۲۵ روپے ۱۹۵۱ ءمیں ادا کر دیتے تو میںاس سے ۳ ماشے سونا خرید سکتا تھا کیونکہ اس وقت سونا ایک سو روپے فی تولہ تھا۔ اب مجھے ۳ ماشے سونا خریدنے کے لئے ایک ہزار روپئے چاہئیں کیونکہ آجکل سونا ٤ ہزار روپے فی تولہ ہے ۔ اگر میں ان ۲۵۴ روپیوں کا سونا خریدنے جاؤں تو دکاندار منہ نہیں لگائے گابلکہ دماغ کی خرابی بتلائے گا ۔ اگر میں قرضدار سے ایک ہزار روپے مانگتاتو وہ مجھے سود کھانے کا طعنہ دیتا۔ بتایئے اس قسم کے لین دین میں کیا کیا جائے کہ کسی کے ساتھ بے انصافی نہ ہو؟

ج) میں تو یہی فتویٰ دیتا ہوں کہ روپے لئے جائیں ورنہ سود کا دروازہ کھل جائے گا روپے قرض دیتے وقت مالیت کا تصور کسی کے ذہن میں نہیں ہوتا ورنہ روپے کے بجائے سونے کا قرض لیا دیا جاتا بہر حال دوسرے اہل علم سے دریافت کر لیں۔

رشتہ دار کے گھر سے فون کرنے کا بل کس کے ذمہ ہوگا:

س) ایک آدمی سفر پر جاتا ہے اور اپنی گھر والی کے کسی قریبی رشہ دار کو گھر چھوڑ جات ہے کیونکہ اس کی بیوی اکیلی ہے اور بیمار ہے تو وہ رشتہ دار اپنے کام سے اس شخص کے گھر سے فون کرتا ہے پھر جب بل آتاہے تو وہ

کہتا ہے میں نہیں دونگا اور بل بھی زیادہ ہے اب یہ بل کس کے ذمہ ہے ؟ جبکہ اس کی گھر والی اپنے عزیز سے کہتی ہے کہ آدھا بل آپ دیں آدھا میں دوں اور میرے خاوند کے اوپر ہم بوجھ نہ ڈالیں ۔ اب وہ عزیز نہیں مانتا ہے مجھے صرف شرعی مسئلہ در کار ہے کہ یہ بل اب کس کے ذمہ ہے؟

ج) بیوی کے عزیز کے لئے اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر ٹیلیفون کا استعمال جائز نہیں تھا اور اس بل کاادا کرنا شرعاً اور اخلاقاً اسی عزیر کے ذمہ ہے جس نے امانت میں خیانت کاارتکاب کیا۔